ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

(۶) جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ ---- جون ۲۰۰۹ء

دلِ من مسافرِ من

مرے دل مرے مسافر
ہوا پھر سے حکم صادر
کہ وطن بدر ہوں ہم تم
دیں گلی گلی صدائیں
کریں رخ نگر نگر کا
کہ سراغ کوئی پائیں
کسی یارِ نامہ بر کا
ہر اک اجنبی سے پوچھیں
جو پتا تھا اپنے گھر کا
سرِ کوئے ناشنائیاں
ہمیں دن سے رات کرنا
کبھی اِس سے بات کرنا
کبھی اُس سے بات کرنا
تمہیں کیا کہوں کہ کیا ہے
شبِ غم بُری بلا ہے
ہمیں یہ بھی تھا غنیمت
جو کوئی شمار ہوتا
ہمیں کیا بُرا تھا مرنا
اگر ایک بار ہوتا

(فیض احمد فیض)

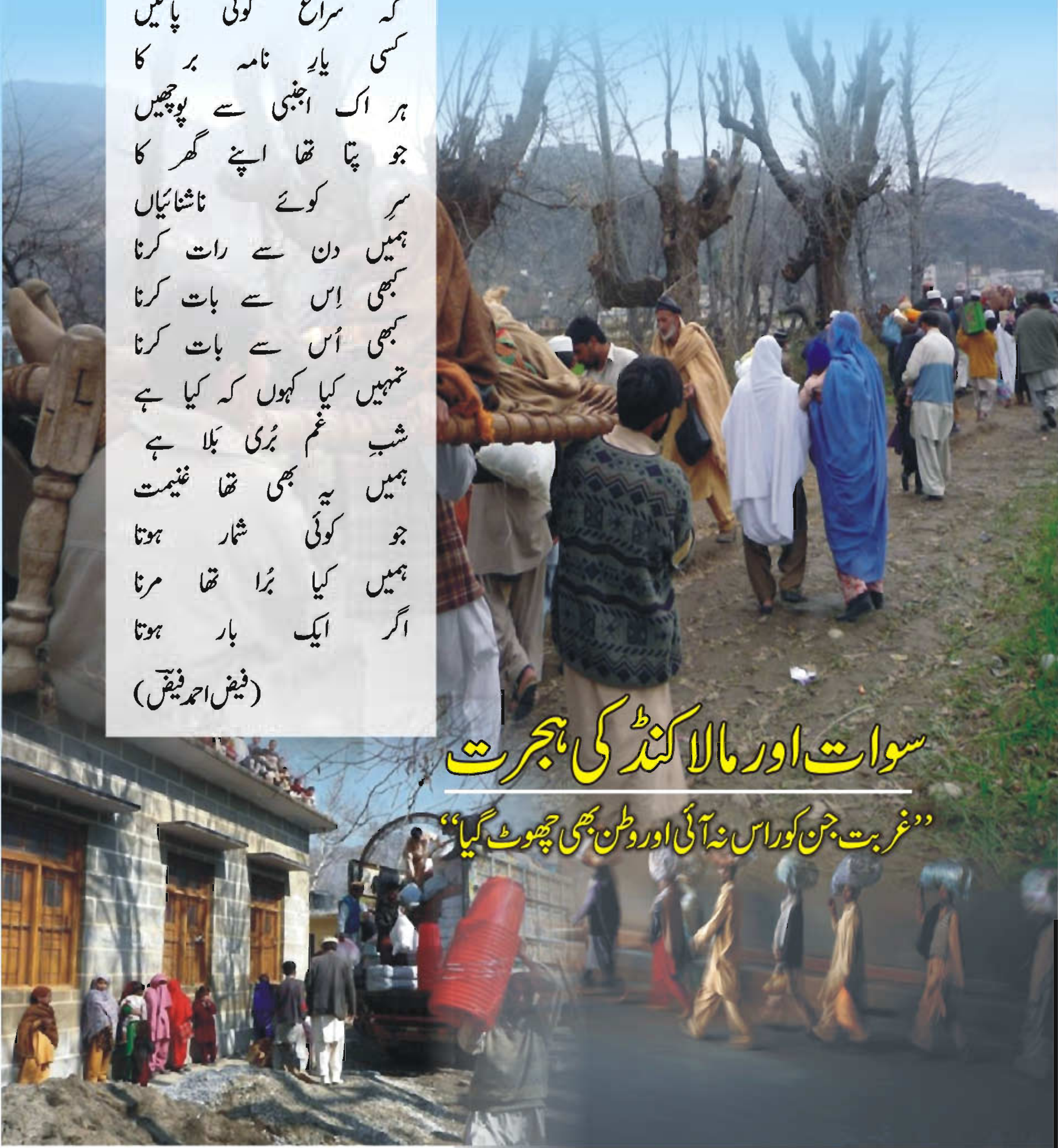

سوات اور مالاکنڈ کی ہجرت

''غربت جن کو راس نہ آئی اور وطن بھی چھوٹ گیا''

الحدیث

نورِ ہدایت

القرآن

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تا کہ خدا اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔ عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔''

(الروم:۴۱)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہو قتل کرنا جائز نہیں۔ اِلّا یہ کہ ان تین صورتوں میں سے کوئی صورت ہو۔

(۱) (اس نے کسی کو قتل کیا ہو اور) جان کے بدلے میں جان کا قانون اس پر نافذ ہو۔

(۲) شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے۔

(۳) یا دین سے خارج ہو کر جماعت مسلمہ سے الگ ہو جائے۔''

(بخاری، کتاب الدیات)

الآثار

اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں

بدنصیب ہیں وہ علماء، وہ دینی جماعتیں اور ان کے سیاسی لیڈر جو اسلام کی بجائے جمہوریت کا نام لے کر پرچم اٹھاتے پھرے، قیادت کا راگ الاپتے رہے۔ آج وہ اپنی آنکھوں سے جمہوریت کا حشر دیکھ چکے۔ انھوں نے پہلے جمہوریت کے نام پر اسلام کو برباد کیا، پھر ڈکٹیٹرشپ آئی اور ڈکٹیٹرشپ کے بعد اب پھر جمہوریت کا راگ الاپا جا رہا ہے۔

آج سن لو! جب تک اسلام کو اسلام کے نام سے نہیں لایا جائے گا، اسلام نہیں آئے گا۔ اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں۔ کوئی کافرانہ جمہوریت، امریکی صدارتی نظام، کسی ماؤ، کسی لینن وسٹالن کا کفریہ نظام، سوشلزم اور کمیونزم اسلام کو نہیں لا سکتا۔ اسلام اپنے نام سے آئے گا اور کفر اپنے نام سے۔ جب تک اس سیاسی ناٹک اور فریب کا پردہ چاک نہیں کیا جائے گا، یہ مغالطہ ختم نہیں کیا جائے گا۔ مداریوں کی پٹاریوں کو کھول کر عوام کے سامنے عریاں نہیں کیا جائے گا، جب تک آپ کی قوت فکر و عمل ایک نہیں ہوگی۔ تمام مکاتب فکر اسلام کے دستور پر اکٹھے نہیں ہوں گے اسلام نہیں آئے گا۔

آپ لکھ رکھیں! آپ کی مساجد باقی نہیں چھوڑی جائیں گی، مدارس چھین لیے جائیں گے، بخارا، تاشقند کی یاد تازہ کرنے کا پروگرام آؤٹ ہو چکا ہے، مولویوں کی لاشیں حجروں سے برآمد کی جائیں گی۔ سب کچھ دھیرے دھیرے لایا جا رہا ہے، جنھوں نے نہیں سنا وہ سن لیں اور جو سن کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہیں، وہ سوچ لیں! ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ کل اگر تم پر کوئی مصیبت اور عتاب آیا تو ہم جس طرح پہلے اس مسئلہ میں پاک دامن تھے آئندہ بھی ہمارا دامن ان اعتراضات سے پاک ہوگا۔

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

خطاب شرکاء جلوس، احرار کانفرنس چنیوٹ، ۲۴ مارچ ۱۹۷۲ء

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بانی: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ثانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 20 شمارہ 6 جمادی الثانی 1430ھ / جون 2009ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

آئینۂ تشکیل

دل کی بات:	''کیوں مُرے بنتے ہو ناحق تم کسی کے واسطے''	مدیر	2
شذرات:	حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کی رحلت	//	3
//	شیخ راحیل احمد کا سانحۂ ارتحال	عبداللطیف خالد چیمہ	4
دین و دانش:	درسِ حدیث	مولانا عبداللطیف مدنی	6
شاعری:	نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر خالد شبیر احمد	10
//	پنجابی غزل	پروفیسر عابد صدیق	11
//	یہ شہرستانِ روز و شب	ذوالکفل بخاری	12
افکار:	دینی مدارس اور دہشت گردی کی تازہ لہر	قاری محمد حنیف جالندھری	13
//	تلخ حقیقتیں	عبدالستار معاویہ	16
شخصیات:	حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (تیسری قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	18
//	ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ	سید ابوذر بخاریؒ	25
//	حضرت مولانا سرفراز خان صفدر بھی رخصت ہوئے	مولانا زاہد الراشدی	28
//	حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کا سانحۂ ارتحال	ڈاکٹر فہد انوار	31
//	قابلِ رشک...... شیخ راحیل احمد مرحوم	سیف اللہ خالد	34
ردِّ قادیانیت:	اکھنڈ بھارت کا قادیانی عقیدہ	مولانا سہیل باوا	36
//	قادیانیت: آئین و قانون کیا کہتا ہے؟	محمد متین خالد	44
اعتذار:	شیخ راحیل احمد مرحوم کا مضمون۔ ضروری وضاحت	ادارہ	48
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	جاوید اختر بھٹی، سید محمد کفیل بخاری	49
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	53
تراجم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری

مدیرِ مسئول
سید محمد کفیل بخاری

رفقائے فکر
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر
محمد الیاس میراں پوری

ilyas_miranpuri@yahoo.com
ilyasmiranpuri@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ
اندرونِ ملک ———— -/200 روپے
بیرونِ ملک ———— -/1500 روپے
فی شمارہ ———— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل چوک مہربان ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

www.mahrar.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: آتشکیل نیو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　مدیر

''کیوں بُرے بنتے ہو ناحق تم کسی کے واسطے''

سوات جل رہا ہے۔ بارود برس رہا ہے۔ گلیاں اُجاڑ، بازار سنسان، گھر ویران۔ بیس لاکھ سے زائد انسان اپنے ہی وطن میں بے وطن ہو گئے۔ لٹے پٹے قافلے انجانی منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔ مالاکنڈ، سوات، بونیر قیامتِ صغریٰ کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ بھوک اور پیاس سے بلکتے، سسکتے بچے، جوان، بوڑھے زن و مرد ہنستے بستے گھروں کو چھوڑ کر امن و سکون کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔

بیٹھ جاتے ہیں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے

صوفی محمد، کس کے نمائندے بن کر امن کا پیغام لے کر اپنی قوم کے پاس گئے تھے؟ حکومت نے اُن سے مذاکرات کیے اور وہ حکومت سے معاہدۂ امن کا تحفہ لے کر مالاکنڈ اور سوات کی گلیوں میں امن سندیسے بانٹ رہے تھے۔ اس سوال کا کیا جواب ہے کہ جب تک فوجی آپریشن شروع نہیں ہوا، لوگ اپنے گھروں میں رہے۔ فوج داخل ہوئی تو لوگ گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ امن معاہدہ کس نے سبوتاژ کیا اور نظام عدل ریگولیشن کس نے معطّل کیا؟ کیا جمہوری حکومت کے پاس لوگوں کو مارنے اور گھروں سے نکالنے کے سوا کوئی آپشن باقی نہیں رہا؟

امریکہ، برطانیہ، نیٹو اور تمام استعماری قوتوں کو معاہدۂ امن ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ روزِ اوّل سے اس کی مخالفت کر رہے تھے۔ امریکہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں مستقل جنگ باقی رکھنا چاہتا ہے۔ اس کا مفاد اسی میں ہے۔ اس نے پہلے کہا کہ پاکستان سے دہشت گرد افغانستان آ رہے ہیں، اس لیے ڈرون حملے جاری رہیں گے۔ اب کہتا ہے افغانستان سے طالبان پاکستان میں آ گئے ہیں۔ اس لیے اُن کے خلاف جنگ ضروری ہے۔ اس نے کہا کہ پاکستان نے ایٹمی ٹیکنالوجی دیگر ملکوں میں فروخت کی ہے۔ اب کہتا ہے پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر طالبان کے قبضے کا خطرہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو طالبان سے نہیں امریکہ سے خطرہ ہے۔ حکمران کیا سوچ رہے ہیں اور کس طرف جا رہے ہیں؟ کس کا ایجنڈہ پورا کر رہے ہیں اور کس کی خوشی کے لیے اپنے ہی ہم وطنوں کو مار رہے ہیں؟

غم مجھے دیتے ہو دشمن کی خوشی کے واسطے
کیوں بُرے بنتے ہو ناحق تم کسی کے واسطے

سوات اور مالاکنڈ کے مظلوم مہاجروں کے لیے سندھ کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ جسقم اور ایم کیو ایم نے اپنے ہم وطنوں کی آمد کے خلاف ہڑتال کر دی ہے۔ وطن عزیز کی جو حالت اب ہے، کبھی ایسی تو نہ تھی۔ باسٹھ برسوں کے سفر میں ہم کہاں سے کہاں پہنچے ہیں۔ کیسے کیسے ایسے ویسے ہو گئے، ایسے ویسے کیسے کیسے ہو گئے۔

منیرؔ اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے، یا کیا ہے
کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ

پختون اور بلوچ کو لڑایا جا رہا ہے۔ سندھی اور پنجابی کو اکسایا جا رہا ہے۔ مذہبی قوتوں کو گرایا جا رہا ہے۔ آزاد بلوچستان، سندھو

دیش اور پختونستان کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ یہ محرومیوں، حق تلفیوں، ناانصافیوں اور ستم رانیوں کا خمیازہ ہے۔ چند مقتدر آمروں اور ظالموں کے کیے دھرے کا بھگتان پوری قوم کو کرنا پڑ رہا ہے۔ پختون خواہ ملی عوامی پارٹی کے سربراہ محمود خان اچکزئی نے سچ کہا ہے:

> ''میں نے وزیراعظم سے کہا کہ ملک توڑنا ہے تو مل بیٹھ کر الگ ہوجاتے ہیں۔ بمباری کی کیا ضرورت ہے۔ فاٹا میں پرمٹ کے بغیر آٹا نہیں آسکتا۔ غیر ملکی کیسے آگئے؟ حکومت اختیار دے تو قبائلی انھیں خود نکال باہر کریں گے۔ بیرونی قوتوں سے مدد مانگی تو ملک باقی نہیں رہے گا۔ موجودہ بحران سے سچ بول کر نکلا جاسکتا ہے۔ اگر سب نے مل جل کر کوششیں نہ کیں تو سب کچھ تباہ ہوجائے گا۔ ہم نے کہا آزادانہ پالیسیاں بناؤ مگر سب جانتے ہیں کہ ہماری پالیسیاں کہاں بنتی ہیں۔ صوبوں کو اُن کے وسائل اور اختیارات نہ دیئے تو ملک ٹوٹ جائے گا۔'' (نوائے وقت ۲۶ مئی ۲۰۰۹ء)

۱۹۷۰ء میں شیخ مجیب الرحمٰن نے بھی ایسی ہی فریاد کی تھی۔ لیکن آمروں نے سنی اَن سنی کردی۔ نتیجتاً ہمارا مشرقی بازو ہم سے کٹ کر بنگلہ دیش بن گیا۔ آج کے حالات میں جو لوگ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے دشمن سے محفوظ ہونے کا خواب دیکھ رہے ہیں وہ خود اپنے اور اپنے ملک کے دشمن ہیں۔

وطن کی فکر کر ناداں، مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی رحلت (''اب یادِ رفتگاں کی بھی ہمت نہیں رہی'')

امام اہل سنت، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر بھی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اُس روز لاہور میں تھے۔ اُن سے رابطہ کیا تو انھوں نے بتایا کہ وہ ان شاء اللہ نمازِ جنازہ میں ضرور شریک ہوں گے۔ ابھی چند روز پہلے گجرات سے واپسی پر امیر احرار، مولانا کی مزاج پرسی کے لیے اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آکر حضرت کی علالت کے حوالے سے تشویش کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ حقیقتاً سرمایۂ اہل سنت تھے۔ عالم باعمل، متبع سنت اور محبتِ نبوی سے روشن دل ودماغ رکھنے والے عظیم انسان تھے۔ قرآن وحدیث کو پڑھنا پڑھانا ہی اُن کی زندگی کا نصب العین تھا۔ انھوں نے اہل سنت والجماعت کی صحیح رہنمائی کی۔ دین کے خلاف اٹھنے والے تمام فتنوں کی سرکوبی کی، علمی وقلمی محاسبہ وتعاقب کیا اور مسلمانوں کو خطرات سے باخبر کیا۔ فتنۂ انکارِ حدیث، فتنۂ انکارِ سنت اور فتنۂ قادیانیت کا جس متانت، سنجیدگی اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ انھوں نے مقابلہ کیا اور اپنی زبان وقلم سے جس شائستگی اور دلائل سے اُن کا ردّ کیا وہ اُن کی نرالی علمی شان کا غماز ہے۔ ابھی اُن کے بھائی حضرت صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کا غم باقی تھا کہ مولانا کے رخصت ہونے سے یہ غم تازہ اور گہرا ہوگیا۔

امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی رفاقت میں ہی پہلی بار حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اُن کو دیکھ کر ایمان کو جلا ملی تھی اور دل روشن ہوگیا تھا۔ وہ زندہ تھے تو چہرہ منور اور متبسم تھا۔ عقبیٰ کے سفر کو روانہ ہوئے تو لبوں پر گلابی تبسم تھا۔ حضرت پیر جی مدظلہ نمازِ جنازہ کے لیے گکھڑ پہنچے تو چند منٹ پہلے نماز ہوچکی تھی۔ اگلے روز دوبارہ گکھڑ حاضر ہوکر حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ اور تمام لواحقین سے تعزیتِ مسنونہ کی۔ مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے تمام رہنما اور کارکنان اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنی شان کے مطابق کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ تمام پسماندگان کو صبر سے نوازے، اُن کی اولاد کو ہر قسم کے شر اور حسد سے محفوظ رکھے اور اُن کی صحیح جانشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

شیخ راحیل احمد کا سانحۂ ارتحال

عبداللطیف خالد چیمہ

مشہور سابق قادیانی رہنما شیخ راحیل احمد ۱۵ رمئی کو جرمنی میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون شیخ صاحب مرحوم ۱۹۴۷ء میں قادیان (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ۸ سال کی عمر میں سائق (سالار) اطفال الاحمدیہ ربوہ مقرر ہوئے بتدریج جماعتی ذمہ داریاں سنبھالتے رہے تا آنکہ ۱۹۸۴ء میں مرحوم صدر امتیاز الحق کے ہاتھوں امتناعِ قادیانیت ایکٹ کے اجراء کے بعد قادیانی جماعت کی پالیسی کے مطابق جرمنی چلے گئے اور وہاں بھی قادیانی جماعت کے رکن رکین رہے۔ جرمنی کی قادیانی جماعت کی ذیلی تنظیم ''ہیومنٹی فرسٹ'' میں اہم کردار ادا کیا۔ کم وبیش سن ۲۰۰۰ء کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے دل میں یہ داعیہ پیدا فرمادیا کہ وہ قادیانیت اور خصوصاً مرزا غلام قادیانی کی تعلیمات وتصنیفات کا دوسرے زاویے سے جائزہ لینے لگے اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ نبی و مسیح موعود یا مہدی تو کجا مرزا غلام قادیانی ایک شریف انسان کہلوانے کا بھی حق دار نہیں۔ غور وفکر، تجسس وتحقیق اور جستجو ان کو گمراہی وتاریکی سے نکال کر روشنی اور ایمان کی طرف لے آئی اور انھوں نے ۲۳ راگست ۲۰۰۳ء ہفتہ کو بعد نمازِ ظہر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت جرمنی کے امیر مولانا مشتاق الرحمٰن کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور ان کی اہلیہ، چھ بچے، داماد اور ایک شیر خوار نواسہ یعنی کُل دس افراد ظلمت وگمراہی سے نکل کر دامنِ جنابِ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوگئے اور پھر یہ گھرانہ شعوری طور پر تندہی کے ساتھ اپنی سابقہ زندگی کا کفارہ ادا کرنے لگا۔ راقم الحروف نے لندن سے جناب سہیل باوا صاحب سے شیخ صاحب کا فون نمبر لے کر امیر مرکزیہ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، جماعت اور مسلمانوں کی جانب سے اُن کا خیر مقدم کیا اور مبارک باد پیش کی۔ چیچہ وطنی سے عزیز القدر سید رمیز احمد نے نیٹ پر ان سے مسلسل رابطہ رکھا۔ تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ ان کا پاکستان آنے کا پروگرام بنا تو میں نے فون پر ان کو لاہور دفتر احرار میں قیام کی دعوت دی، جوانھوں نے قبول فرما کر ہمیں عزت بخشی۔ ۲۱ ستمبر ۲۰۰۴ء کو وہ لاہور پہنچے تو سید محمد کفیل بخاری، جناب محمد متین خالد، محمد معاویہ رضوان، برادرم فاروق احمد خان اور راقم الحروف سمیت دیگر احباب نے اُن کا پرتپاک استقبال کیا۔ چودھری محمد اکرام، میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، ڈاکٹر شاہد کاشمیری، ملک محمد یوسف، چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور دیگر احباب نے اُن کی میزبانی کی۔ لاہور اور چناب نگر میں متعدد تقاریب منعقد ہوئیں۔ ساہیوال، چیچہ وطنی اور ملتان میں ان کے اعزاز میں منعقد ہونے والے اجتماعات وتقریبات اُن کی طبیعت زیادہ ناساز ہوجانے کی وجہ سے منعقد نہ ہوسکیں۔ وہ شدید بیماری کی حالت میں چناب نگر سے اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں داخل ہوگئے۔ جہاں ہمارے بے تکلف دوست مسعود اشفاق نے ان کا دل لگائے رکھا۔ جہاں سے وہ انتہائی تکلیف کی کیفیت میں

جرمنی چلے گئے۔ ان کی طبیعت سنبھلی تو پھر قادیانیت کی حقیقت سے دنیا کو آشکارا کرنے لگے۔

۲۰۰۶ء میں راقم الحروف سفر برطانیہ پر لندن پہنچا تو چند روز بعد شیخ راحیل احمد بھی لندن تشریف لے آئے۔ مقصد کی مجلسوں اور متعدد تقریبات کے علاوہ وہ اصول دوستی سے بھی خوب آگاہ تھے اور انتہائی خوش طبعی کے ساتھ کئی دن خوب وقت گزرا۔ اس دوران وہ برادر عزیز عرفان اشرف چیمہ (میری قیام گاہ) اپنے اعزاز میں منعقدہ عشائیہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے جس میں مولانا محمد عیسیٰ منصوری، جناب عبدالرحمٰن باوا اور چند ماہ پہلے انتقال کر جانے والے ہمارے بہت ہی مہربان مولانا قاری عمران خان جہانگیری اور دیگر حضرات شریک تھے۔ اس مجلس کی یادیں ہمیں ہمیشہ ستاتی رہیں گی۔ بعد ازاں وہ جرمنی تشریف لے گئے لیکن رابطہ مسلسل اتنا مضبوط اور کام کی نئی نئی تدبیریں! دو سال قبل جرمنی میں مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے کام کو منظّم کرنے کے لیے جناب سید منیر احمد شاہ بخاری کو شیخ صاحب مرحوم سے مشورے کے بعد ذمہ دار مقرر کیا گیا۔ اور نہ صرف جرمنی بلکہ پوری دنیا بالخصوص یورپ میں پر امن کام کی نت نئی تدبیروں پر گفتگو ہوتی رہی۔ وہ ہر پہلو سے کام کو مشورے اور معروضی صورتحال کے ساتھ آگے بڑھانے کے قائل تھے۔

شیخ راحیل احمد سمجھتے تھے کہ اشتعال انگیز اقدامات اور بیانات کو قادیانی جماعت الٹا استعمال کر کے انسانی حقوق کے عالمی اداروں اور بین الاقوامی لابیوں کو متاثر کرتی ہے۔ وہ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں سے مسلسل دردمندانہ اپیل کرتے رہے کہ وہ اسلام دشمن لابیوں خصوصاً قادیانیوں کے طریق کار کو پوری طرح سمجھیں اور پھر ان تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے از سرِ نو اپنی حکمت عملی تیار کریں۔

شیخ راحیل احمد کی نماز جنازہ ۱۹ رمئی منگل کو بعد نماز ظہر جرمنی کے شہر ایلز روف میں عالمی مبلغ ختم نبوت جناب عبدالرحمٰن باوا نے پڑھائی۔ مجلس احرار اسلام جرمنی کے امیر سید منیر احمد شاہ بخاری، ختم نبوت سینٹر بیلجیم کے امیر حاجی عبدالحمید، افتخار احمد سمیت ڈیڑھ سو کے لگ بھگ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور شیخ راحیل احمد مرحوم کی چھے سال کے عرصے میں گراں قدر خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ مرحوم کے پسماندگان کی طرح ہم سب خود بھی تعزیت کے قابل ہیں۔ وہ بڑی سرعت کے ساتھ اپنے حصے کا تحفظ ختم نبوت کا مبارک کام نمٹا کر اپنے اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور ان کے خاندان، متوسلین اور ہم سب کو تحفظ ختم نبوت کے کام کو آگے بڑھانے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین، یارب العالمین۔

ان شاء اللہ تعالیٰ شیخ راحیل احمد پر مفصل مضمون میں بقیہ بہت سی باتوں اور یادوں کا ذکر ہو سکے گا کہ مجھے فرمانے لگے کہ ''میں چلا گیا تو مجھ پر کچھ لکھ دینا۔ اور اگر میں پاکستان میں فوت ہو جاؤں تو مجھے دریائے چناب کے قریب چناب نگر میں ایسی جگہ دفن کرنا جہاں سے مرزائیوں کا گزر رہتا ہو۔ مرحوم کے مرزا مسرور کے نام تین خطوط چھپ کر پوری دنیا میں پہنچ چکے ہیں اور مرزا مسرور کوئی جواب نہیں دے پایا۔ مرحوم کے متعدد مضامین کا مجموعہ ''مقالاتِ راحیل'' کے نام سے ان شاء اللہ تعالیٰ جلد شائع ہو جائے گا۔ اللہ کرے کہ مرحوم کے خیالات قادیانیوں کے لیے ذریعہ ہدایت و نجات بن جائیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مرحوم کے متوسلین اور ہم سب ان کے کام کے ڈھب کو آگے بڑھانے والے بن جائیں تاکہ فتنہ قادیانیت کی حقیقت بے نقاب ہو اور پوری دنیا میں تحریک ختم نبوت کا مقدس کام آگے بڑھتا رہے۔ آمین رب العالمین۔

درسِ حدیث

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی

حدیث شریف سن کر بعض کلمات کہنے کی ممانعت

مولانا عبداللطیف مدنی (استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ)

حدیث:

حضرت ابورافع مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم لوگوں میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا یا جس سے میں نے منع کیا تو وہ کہے میں نہیں جانتا ہم تو جو چیز قرآن میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جان لو کہ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری کوئی حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔ پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے۔ حالانکہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حرام بتلائی ہوئی چیزیں بھی ویسی ہیں جیسی اللہ کی حرام بتلائی ہوئی۔

تشریح:

مذکورہ دونوں احادیث کا مضمون تقریباً ایک جیسا ہے۔ تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص غرور وتکبر کے طور پر بے فکر ہو کر بیٹھا نہ رہے اور نہ طلبِ علم اور تحصیلِ حدیث میں کوتاہی کرے اور پھر نادانی اور جہالت سے میرے کسی ایسے حکم کے بارے میں جو قرآن کریم میں صراحتاً موجود نہ ہو، یہ نہ کہنے لگے کہ قرآن کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا اور نہ اس کے سوا کسی دوسری چیز کی اتباع کرتا ہوں۔ اس مبارک حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی کا ذکر ہے جس میں مختصر اور جامع کلمات میں منکرین حدیث کے ظہور کی خبر دی ہے اور ان کا حال بھی بتایا ہے کہ یہ لوگ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تکبر کے انداز میں حدیث کا انکار کریں گے اور سنن ابی داؤد (ج دوم) میں ''علی اریکتہ'' کے ساتھ لفظ ''شبعان'' بھی آیا ہے یعنی پیٹ بھرا آدمی تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور حدیث کا انکار کرے گا۔ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں جانیں فدا ہوں جنھوں نے انکارِ حدیث کا سبب بھی ساتھ ہی ساتھ بتا دیا اور وہ شکم سیری، ہوا پرستی، غرور وتکبر اور گندم خوری ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جو لوگ حدیث کے منکر ہیں وہی لوگ ہیں جو پیٹ بھرے، مغرور ومتکبر اور آرام دہ کرسیوں پر بیٹھ کر احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہیں۔ منکرین حدیث نے جو لفظ ''اہل قرآن'' کا خوشنما لیبل لگا رکھا ہے، اس کا ذکر بھی پیش گوئی میں موجود ہے۔ ''فیقول بیننا وبینکم کتاب

اللّٰہ تعالیٰ ''یعنی جب اس کے سامنے حدیث پیش کی جائے گی تو وہ کہے گا ''ہمارے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے'' جس کا مطلب یہ ہے کہ اتباعِ قرآن اور خدمتِ قرآن کا نعرہ لگا کر حدیث کا انکار کریں گے۔ گویا حدیث کا انکار کرنے والوں نے قرآن کے نام کو انکارِ حدیث کے لیے آڑ بنا رکھا ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ کتبِ حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت پیش گوئیاں مروی ہیں جو اپنے اپنے موقع پر صادق ہوتی رہی ہیں اور ان میں سے بہت سی وہ ہیں جو اب ہو بہو سچ ثابت ہو رہی ہیں اور یہ انکارِ حدیث کی پیش گوئی بھی اسی قبیل سے ہے۔ اگر یہ احادیث مولویوں نے گھڑی ہیں (العیاذ باللہ) جیسے منکرین حدیث کہتے ہیں تو یہ پیش گوئیاں کیوں صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔ ان پیش گوئیوں کا صحیح ثابت ہونا ہی احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ ہونے کی دلیل ہے جو دشمنانِ اسلام کے شکوک وشبہات کو ختم کرنے کے لیے کافی اور وافی ہے۔ یاد رہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی آئین وقانون کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وعمل (کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا یا آپ نے فلاں عمل کر کے دکھایا یا آپ کے سامنے جو کام کیا گیا اس کی قولاً یا سکوتاً تصویب فرمائی) گفتار و کردار، نشست وبرخاست، غرض یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے صادر ہونے والی ہر چیز سراپا نور وہدایت ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو امت کے لیے بہترین مثالی نمونہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب:۲۱)

''تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔''

نیز قرآن کریم میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عین اطاعتِ خداوندی نہیں سمجھتے وہ اپنی بدفہمی کی وجہ سے کفر کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (النساء:۸۰)

''جس شخص نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روگردانی کرے (سو آپ کچھ غم نہ کیجیے) کیونکہ ہم نے آپ کو نگران کر کے نہیں بھیجا کہ آپ ان کو کفر نہ کرنے دیں (ترجمہ حضرت اشرف علی تھانویؒ)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے پہلو تہی کرنے والوں کو صاف صاف منافق اور ایمان سے عاری قرار دیا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (النساء:۶۱)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تو آپ منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلوتہی کرتے ہیں۔''

نیز اللہ رب العزت نے صاف صاف یہ اعلان بھی کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام کو صرف اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے سرتابی کرنا گویا انکارِ رسالت کے ہم معنی ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین انکارِ رسالت کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (النساء:٦٤)

''ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اس واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔''

قرآن کریم کی وہ آیات جن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اہل ایمان کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے، بے شمار ہیں۔ ان میں سے مشتے نمونہ ازخروارے آپ کے سامنے ہیں۔ قرآن کریم کے ان واضح اعلانات کی روشنی میں یہ فیصلہ بالکل آسان ہے کہ اسلام میں رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مرتبہ کیا ہے؟

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی اطاعت وپیروی کا حکم خود قرآن ہی میں موجود ہے اور جب قرآن کریم ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عین اطاعتِ خداوندی قرار دیتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو جب قرآن ہی وحی الٰہی بتلاتا ہے۔

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ۝ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى (النجم:٣،٤)

اور جب قرآن ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیبات کو گفتہ او گفتہ اللہ بود کا مرتبہ عطا کرتا ہے تو کیا حدیث نبوی کے دلیل وحجت ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ اور بتایا جائے کیا حدیثِ نبوی کا انکار کرنے سے خود قرآن کا انکار لازم نہیں آتا؟ اور اس پر بھی ذرا غور کیا جائے کہ قرآن کریم بھی تو امت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا اور سن کر اس پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''یہ قرآن ہے، یہ ارشاد بھی تو حدیثِ نبوی ہے۔ اگر حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حجت نہیں تو قرآن کریم کا قرآن ہونا کس طرح ثابت ہوگا۔ آخر یہ کونسی عقل ودانش کی بات ہے کہ اس معصوم ومقدس زبان سے صادر ہونے والی ایک بات کو تسلیم کرنا تو واجب اور ضروری ہو اور دوسری نہ ہو؟

شہنشاہِ خطابت، مجلس احرار اسلام کے روح رواں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

''یہ تو میرے میاں صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یہ میرا کلام ہے۔ ورنہ ہم نے تو دونوں کو ایک ہی زبان سے صادر ہوتے ہوئے سنا تھا۔''

پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کی حدیث جن لوگوں نے خود آپ کی مبارک زبان فیض ترجمان سے سنی وہ سننے والوں کے حق میں اسی طرح قطعی تھی جس طرح قرآن کریم قطعی ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو حکم بھی صادر

ہوا۔ بالمشافہ سننے والوں کے لیے اس کا درجہ وحی خداوندی کا ہے۔ اگر آپ نے اس کو قرآن کریم میں لکھنے کا حکم دیا تو وحی جلی کہلائے گا ورنہ وحی خفی۔

وحی خفی کے لفظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ تھے۔ وحی خفی کا مضمون منجانب اللہ ہوتا تھا اور الفاظ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے تھے۔ بہرحال وحی کی یہ دونوں قسمیں چونکہ منجانب اللہ ہی ہیں۔ اس لیے دونوں پر ایمان لانا اور دونوں کا قبول کرنا اہل ایمان پر لازم اور ضروری ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن تو حجت ہے مگر حدیث حجت نہیں...... ان عقل کے دشمنوں کو کون بتائے اور کیسے بتائے کہ جس طرح ایمان کے معاملہ میں خدا اور رسول کے درمیان فرق نہیں ہوسکتا کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے...... ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی اس فرق یا تفریق کو گنجائش نہیں کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے۔ ایک کو تسلیم کر لیجیے تو دوسرے کو بہرصورت تسلیم کرنا ہوگا اور ان میں سے ایک کا انکار کردینے سے دوسرے کا انکار آپ سے آپ ہوجائے گا۔ خدائی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اس کے کلام کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا جائے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ٹھکرایا جائے...... وہ ایسے ظالموں کے خلاف صاف اعلان کرتا ہے۔

وَ لٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ (الانعام:۳۳)

”پس اے نبی یہ لوگ آپ کے کلام کو نہیں ٹھکراتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے منکر ہیں۔“

لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے کلام اللہ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ انھیں لامحالہ رسول اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لانا ہوگا۔ ورنہ ان کا دعویٰ ایمان حرفِ باطل محض دھوکہ اور فریب ہے۔

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دلیل و حجت ہونا دین کا ایسا واضح مسئلہ ہے۔ جس میں طلب دلیل کی ضرورت نہیں جس کو ذرا بھی عقل و تمیز ہو۔ وہ جانتا ہے کہ جس کی نبوت ثابت ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بتلائے گا اس میں وہ قطعاً سچا ہوگا اور اس کے فرمان کی اتباع و پیروی واجب اور ضروری ہوگی۔ چنانچہ قرآن کریم حکم دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو کچھ دیا جائے۔ اس کو بلا چون وچرا قبول کرلو اور آپ کے منع کردہ امور سے باز رہو۔ اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو ان کے حق میں شدید عذاب کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (الحشر:۷)

”اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ بھی تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔“

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر خالد شبیر احمد

مضمر ہیں کتنی رفعتیں اس ایک بات میں
سب نعت گو ہیں ان کی نگہِ التفات میں

اس پر میرا یقین ہے دل کی ہے یہ صدا
نعتِ نبی ہے روشنی ظلمت کی رات میں

عقل و دل ونگاہ کو ودیعت ہوں بال و پر
اسوہ جو ان کا آئے نظر عکسِ ذات میں

ملتی ہیں ان کے در سے جہاں بھر کو راحتیں
دیتے ہیں سب کو حوصلہ وہ مشکلات میں

مستور ان کا نور ہے ہر ایک چیز میں
جلوہ انہی کا آیا نظر شش جہات میں

ہر حرف چاندنی میں ہے ان کا ڈھلا ہو
خوشبو گلاب کی ہے رچی بات بات میں

بوبکرؓ ہوں ، عمرؓ ہوں یا عثمان ؓ یا علی ؓ
شامل ہیں بالیقیں یہ سبھی معجزات میں

فہم و شعور و شوق ، عزیمت ، رضا و صبر
کیا کیا صفات ملتی ہیں اس ایک ذات میں

جرات ، وقار و عزم کے پیکر وہی تو ہیں
کوئی نہیں ہے آپ سا راہِ ثبات میں

یہ بھی تو ان کے لطف وعطا کے ہیں سلسلے
ان کی مہک در آئی مری بات بات میں

خالد میں ان کے فیض سے یوں فیضیاب ہوں
روشن ہیں قلب و جاں مرے تاریک رات میں

پنجابی غزل

پروفیسر عابد صدیق ؒ

میرے ایس اکھان نوں ، لڑ بنھ لے دے کے گنڈ
جیہڑا گنّے پیڑدا اوہ کھاندا گُڑ تے کھنڈ

ویلھے رہیاں نا لبھدے گھی شکر دے سواد
دودھ گھیو اُوس جنے دا جیدے سر تے بھو دی پنڈ

تینوں روپ سہاونا ، تے سانوں دتا عشق
وارے جایئے رب توں ، کی سوہنی کیتی وَنڈ

چار چُفیرے وجدا ، ساڈے پنڈ دا اُچّا ناں
ناچے نٹ نے چودھری ، تے موہری ساڈے بھنڈ

بھریا گھڑا ناں بولدا ، تے خالی دیندا تال
جیہڑے وِچوں کھوکھلے اوہ بُہتی پوندے ڈنڈ

ماپے چھوٹے ہوگئے ، جد وَڈّی ہوئی اُلاد
بھانبڑ اوہناں بالیا جیہڑے سینے دی سن ٹھنڈ

چپ رہیاں نہ لبھدا ایتھے حقداراں نوں حق
اوہی سچے جاپدے جیہڑے بُہتی پوندے ڈنڈ

عابدؔ اوتھے کی لڑیے جتھے وَرھیاں دا وَرتاوا
لَے بھائیا توُں جتّیا ، اَساں پھیر لئی جے گنڈ

یہ شہرستانِ روز و شب

ذوالکفل بخاری*

یہ شہرستانِ روز و شب
عجب اک شہر ہے جس میں
کئی سورج ابھرتے ہیں
اور اپنے اپنے مہتابوں کی مہجوری کے ماتم میں
ابھر کر ڈوب جاتے ہیں
کہیں آنکھوں کی جھیلوں میں
کہیں من موج ساگر میں
کہیں ماتھے کی چینوں میں
کہیں زلفوں کے سائے میں
کسی حسرت کی تلخی میں
کسی تنہائی کی رت میں
کسی بے مہر ساعت میں
کسی بے لطف صحبت میں
کسی بے خواب فرقت میں
کسی بے سمت دریا میں
کسی صحرا سی وسعت میں
یہ شہرستانِ روز و شب کے سب سورج
ابھر کر ڈوب جاتے ہیں

کہ شہرستانِ روز و شب
لبِ دریا بھی ہوتا ہے
لبِ صحرا بھی ہوتا ہے
عجب یہ شہر ہے جس میں
مسلسل، جا و بے جا، ہوک اُٹھتی، ہول آتا، ہوش اڑتے ہیں
بظاہر ساکنانِ شہر کی حالت سفر کی ہے
مسافر، تازہ وارد، شہر کو اپنی اقامت کا وطن کہتے ہوئے کچھ رک سے جاتے ہیں
انہیں اصلی وطن کا پوچھ لیں تو ڈر سے جاتے ہیں
حدودِ شہر سے باہر نکل جانے کی قدرت کن کو حاصل ہے؟
مسافر سوچتے ہیں، ساکنانِ شہر کو شاید؟
ساکنانِ شہر کہتے ہیں کہ وہ تو خود مسافر ہیں
ذرا سے کہنہ وارد ہیں
حدودِ شہر سے باہر نکل جانے پہ قادر ہیں
مگر وہ جانتے ہیں شہر کی حد سے پرے جا کر
سبھی ثابت، سبھی سیار آخر ڈوب جاتے ہیں
ابھرنا بھول جاتے ہیں

☆☆☆

* استاذ شعبہ انگریزی، اُم القریٰ یونی ورسٹی، مکہ مکرمہ

دینی مدارس اور دہشت گردی کی تازہ لہر

قاری محمد حنیف جالندھری*

وطن عزیز اس وقت بدامنی اور دہشت گردی کی جس لہر کی لپیٹ میں ہے اس پر ہر دردِ دل رکھنے والا پاکستانی فکرمند ہے اس دہشت گردی کے اسباب و وجوہات اور اس کے پسِ منظر کے حوالے سے بہت کچھ کہا اور سنا گیا ہے لیکن ان دنوں ایک منظم منصوبہ بندی کے ساتھ دہشت گردی کی حالیہ لہر کے ڈانڈے دینی مدارس کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی جارہی ہے اور ایسا ماحول بنایا جارہا ہے کہ دینی مدارس ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کا مصداق بن جائیں۔ دینی مدارس قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک دینی اور تعلیمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اس عرصے میں یہ ادارے کسی قسم کی دہشت گردی میں نہ کبھی ملوث رہے ہیں اور نہ ہی ان اداروں نے کسی قسم کے تشدد کا درس دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان اداروں کو دہشت گردی سے منسوب کرنے کی بھونڈی کوشش کی جاتی رہی، پہلے پہل جب مدارس کے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے بارے میں جھوٹا اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کیا جانے لگا تو اربابِ مدارس نے ہر فورم پر ایسے مبہم الزامات عائد کرنے کی بجائے ان مدارس کی نشاندہی کرنے کو کہا جہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہو یا جہاں اسلحہ موجود ہو چنانچہ نہ تو کسی مدرسے کے بارے میں ٹھوس شواہد پیش کیے جاسکے اور نہ ہی کہیں سے اسلحہ برآمد کیا جاسکا بلکہ خود وزارت داخلہ نے اس حوالے سے اعلیٰ سطحی تحقیقات کرنے کے بعد یہ رپورٹ پیش کی کہ پاکستان کا کوئی مدرسہ بھی دہشت گردی میں ملوث نہیں، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کے بعد پروپیگنڈہ کا یہ سلسلہ رک جاتا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا اور اب پروپیگنڈہ کا سلسلہ ایک قدم آگے بڑھ گیا ہے اور مدارس پر چھاپے مار کر اور مدارس کے بے گناہ طلباء کو حساس اداروں کے ذریعے غائب کروا کر دہشت گردی کا ملبہ مدارس پر ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امن وامان کی موجودہ سنگین صورتحال اور مذہبی قوتوں پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم کے باوجود مدارس کے منتظمین، اساتذہ اور لاکھوں طلباء کو اس دہشت گردی سے خود کو الگ تھلگ رکھنے اور وطن عزیز اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے مشکلات کھڑی نہ کرنے کی بنا پر اہلِ مدارس کو خراج تحسین پیش کیا جاتا لیکن الٹا مدارس کے لوگوں کو ہراساں کیا جارہا ہے اور دھونس، دباؤ اور خوف پر مبنی پالیسیاں تشکیل دی جارہی ہیں حالانکہ بارہا اس کا تجربہ کیا جاچکا ہے کہ طاقت اور دباؤ پر مبنی پالیسیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

ایک بات اور اہلِ مدارس محسوس کرتے ہیں کہ سیون سیون کے بعد جس طرح برطانوی آرڈر کی تعمیل میں مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن کیا گیا تھا اسی طرح ان دنوں بھی مغربی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے مدارس کو تنگ کیا جارہا ہے

* ناظم اعلی وفاق المدارس العربیہ پاکستان

حالیہ دنوں میں متعدد مدارس پر چھاپے مارے گئے۔ اسلام آباد کے ایک مدرسہ میں کمانڈوز، حساس اداروں اور پولیس کی بھاری نفری نے اس انداز سے یلغار کی جیسے انڈین فوج کشمیر کی کسی بستی پر لشکر کشی کیا کرتی ہے۔ جب ان لوگوں سے اس ''یلغار'' کی وجہ معلوم کی گئی تو انھوں نے بتایا کہ وہ ایک ایسے طالبعلم کی تلاش میں آئے ہیں جو لال مسجد میں زیر تعلیم تھا اور آپریشن سائلنس کے دوران اس پر مقدمات بنائے گئے اور اس کے جملہ کوائف کا ریکارڈ سیکورٹی اداروں کے پاس موجود ہے اور وہ صرف دو دن قبل عدالت میں بھی پیش ہوا تھا، عدالت میں پیشی کے موقع پر بھی اس کی گرفتاری کے احکامات جاری کیے جا سکتے تھے، اسے سانحہ لال مسجد سے اب تک گزرنے والے پونے دو برسوں کے دوران کہیں سے بھی حراست میں لیا جا سکتا تھا، اگر اس سے کوئی اور جرم سرزد ہوا تو صرف دو پولیس اہلکار آکر مدرسہ انتظامیہ سے اس طالبعلم کو حوالے کرنے کا مطالبہ کر سکتے تھے، اس معاملے پر وفاق المدارس سے رجوع کیا جا سکتا تھا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا اور اس مدرسے پر یلغار کر دی گئی۔ اس یلغار کا انداز بتاتا ہے کہ یہ سب کچھ بدنیتی پر مبنی ہے یہ تو صرف ایک مثال ہے ورنہ اس وقت ملک کے تقریباً اکثر اداروں کو اسی قسم کی صورتحال کا سامنا ہے۔ اسلام آباد ہی کے ایک دینی ادارے میں حساس اداروں کے اہلکار نمازِ فجر سے قبل آدھمکے اور مدرسہ انتظامیہ سے ایک طالبعلم کے بارے میں پوچھ گچھ کی اور اسے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کیا، انتظامیہ نے لاکھ کہا کہ یہ طالبعلم ہماری ذمہ داری میں ہے آپ اس کے بارے میں کوئی ثبوت پیش کریں، کوئی پوچھ گچھ کرنی ہے تو ہم آپ کو موقع فراہم کرتے ہیں یہیں پوچھ گچھ کر لیں لیکن وہ طالبعلم کو ساتھ لے جانے پر مُصر رہے اور بالآخر انھوں نے دباؤ ڈال کر مدرسہ انتظامیہ کو اس بات پر قائل کر لیا کہ وہ بھی اس طالبعلم کے ساتھ جائیں اور سرسری پوچھ گچھ کا عمل مکمل ہونے کے بعد اسے واپس لے آئیں چنانچہ مدرسے کے دو نمائندے ان کے ساتھ چلے گئے۔ انہیں قریبی تھانے میں لے جا کر صاف جواب دے دیا گیا کہ آپ لوگ واپس چلے جائیں یہ طالبعلم آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا اور اب صورتحال یہ ہے کہ اس تھانے کا ایس ایچ او بھی اس طالبعلم کے بارے میں اظہار لاعلمی کر رہا ہے۔ اسلام آباد کا ایک معیاری دینی ادارہ جس مسجد سے ملحق ہے آج سے دس برس قبل اس مسجد کی منتظمہ کمیٹی سے مالی خورد برد کے الزام میں برطرف ہونے والے ایک شخص کو حال ہی میں دوبارہ مسجد کمیٹی میں عہدے کے حصول کا شوق چڑھا تو اس نے اس مدرسہ کے خلاف جھوٹے الزامات پر مبنی درخواست دے دی اور پھر حساس اداروں نے اس شخص سے شواہد کا مطالبہ کیے بغیر مسجد و مدرسہ کے منتظمین کا ناک میں دم کیے رکھا۔ یہ تو صرف اسلام آباد کی چند مثالیں ہیں ملک کے دیگر حصوں کے مدارس کے حالات اس سے کہیں زیادہ ابتر ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں اس طرح کے واقعات سے مدارس میں اشتعال اور انتشار پیدا ہوتا ہے، نوجوان طلباء میں ردعمل کی سوچ پروان چڑھتی ہے جو انہیں تشدد پر آمادہ کرتی ہے اور پھر ایسے طلباء کے دہشت گردی کے واقعات میں استعمال ہونے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔ اس صورتحال میں مدارس کی نمائندہ تنظیموں اور منتظمین کے لیے یہ صورتحال خاصی پریشان کن ہے۔ نوجوان طلباء ہم سے مسلسل پوچھتے ہیں کہ آخر ہمارا جرم کیا ہے جس کی پاداش میں ہم سے امتیازی سلوک کیا جاتا ہے؟ آخر ہم کب تک صبر کے گھونٹ پیتے رہیں گے؟ جب یہ سوچ مزید پختہ ہوتی ہے تو ایسے ناراض نوجوان مدارس کو خیر باد کہہ جاتے

ہیں کیونکہ یہ طلباء جب تک مدارس کے نظم اور چار دیواری کے اندر رہوتے ہیں انہیں کسی منفی سرگرمی میں ملوث ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ داخلے کے موقع پر ان سے یہ عہد لیا جاتا ہے کہ ''وہ دوران تعلیم اپنی تمام تر توجہ حصول تعلیم پر مرکوز رکھیں گے اور ہر قسم کے لایعنی مشاغل سے اجتناب کریں گے اور ملک میں کام کرنے والی تمام تنظیموں سے الگ تھلگ رہیں گے اور بالخصوص سیاسی سرگرمیوں سے مکمل اجتناب کریں گے'' یہ عبارت تقریباً تمام مدارس کے داخلہ فارم میں موجود ہوتی ہے۔ اس لیے مدارس میں زیر تعلیم طلباء کے کسی بھی منفی سرگرمی کے لیے استعمال ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں لیکن اگر وہ مدرسہ چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ کسی کے کنٹرول میں نہیں ہوتے اس لیے مدارس کے طلباء کو مدارس کی محفوظ چار دیواریوں کے اندر ہراساں کرنے کا سلسلہ فی الفور بند ہونا چاہیے تاکہ وہ کسی قسم کے انتہائی اقدام اور بغاوت پر آمادہ نہ ہو پائیں۔ یہاں ایک اور بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ مدارس کی حیثیت سے تو کبھی بھی دہشت گردی کی حمایت نہیں کی گئی لیکن اگر خدانخواستہ کوئی طالبعلم انفرادی طور پر کسی منفی حرکت کا مرتکب پایا بھی جائے تو اس کی وجہ سے مدارس کے پورے سسٹم کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا جیسے حکومت نے خود اجمل قصاب کے معاملے میں ''نان سٹیٹ ایکٹرز'' کا تصور پیش کیا تھا اسی طرح اگر کوئی مدارس سے متعلقہ شخص ایسے کسی عمل میں ملوث پایا گیا تو وہ بھی مدارس کے حق میں ''نان مدارس ایکٹرز'' ہیں ان کے انفرادی افعال پر مدارس پر یلغار کرنے سے گریز کیا جائے۔ ایسے عناصر کے خلاف کارروائی کی راہ میں مدارس رکاوٹ نہیں بنیں گے تاہم ثبوت اور شواہد کا مطالبہ ہمارا آئینی اور قانونی حق ہے اور کسی کو اس کی اجازت بھی نہیں دے سکتے کہ وہ وجہ بتائے بغیر مدارس کے طلباء کی ماورائے قانون اغوء کاری کا ارتکاب کرے۔

اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے اجلاس کے بعد حکومت کو یہ بھی پیشکش کی گئی ہے کہ مدارس اور مذہبی طبقات کی نمائندہ قیادت موجودہ دہشت گردی کے خاتمے، امن وامان کی بحالی اور ناراض لوگوں سے مفاہمت کے لیے ہر ممکنہ کردار ادا کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ دہشت گردی کی آگ کو بجھانے کے لیے ارباب مدارس کا تعاون حاصل کرنے کی بجائے مدارس کو تنگ کر کے بعض جذباتی نوجوانوں کو دہشت گردی کا راستہ دکھانے اور دہشت گردی کی اس آگ پر تیل چھڑکنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

تلخ حقیقتیں

عبدالمنان معاویہ

بھکاری، گداگر، فقیر، منگتے ہم مترادف الفاظ ہیں اور ایک ہی جنس کے مختلف نام، لیکن ان کے عادات، اطوار اور رہن سہن، اندازِ گفتار اور پھر مانگنے کے طریقے جدا ہوتے ہیں۔ دیہات میں مانگنے والے گداگر، آٹا، گندم وغیرہ لے کر ڈھیروں دعائیں دے جاتے ہیں اور پھر وہ لوگوں سے اپنائیت سے مانگتے اور ملتے ہیں۔ ایک دن ایک ہی گاؤں پر صرف کر دیتے ہیں۔ قصبے اور شہروں کے شہر صرف رقم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ایک روپیہ لے کر ذراسی دعا دی اور چل دیئے۔ اس کے برعکس بڑے شہروں کے فقراء بادشاہ گری کا فن جانتے ہیں۔ شاید بڑے شہروں کے فقیروں ہی کے بارے میں ساغر صدیقی نے کہا تھا:

ہم فقیروں سے دوستی کر لو
گُر سکھا دیں گے بادشاہی کے

لاہور کو زندہ دل والوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ وہاں کے فقیر بہ لباس امیر صاف ستھرے کاٹن کے سفید سوٹ میں ملبوس ہاتھ میں گولڈ لیف یا مور کے سگریٹ کا پیکٹ ہاتھ میں لیے آپ سے مخاطب ہوں گے۔ بھائی میری جیب کٹ گئی، ہزاروں روپے کی رقم نکل گئی ہے۔ میں نے صادق آباد جانا ہے۔ اگر آپ مجھے پانچ سو روپے دے دیں اور ساتھ اپنا ایڈریس بھی۔ میں گھر پہنچ کر آپ کی رقم منی آرڈر کردوں گا۔ نیا آدمی دھوکہ کھا جاتا ہے اور اُس کی جیب اجازت دے تو وہ پانچ سو نہ سہی ایک سو کی امداد تو کر ہی جاتا ہے۔

جوں جوں دنیا ترقی کر رہی ہے شعبۂ فقیراں میں جدت آتی جارہی ہے۔ پہلے فقیر گندے کپڑوں میں ملبوس ہوتے تھے اور شکل وصورت سے غریب نظر آتے تھے۔ لیکن آج کے بھکاری بہت اعلیٰ کپڑوں میں ملبوس ہو کر اعلیٰ قسم کے پرفیومز لگا کر ''فرینڈز آف پاکستان'' سے بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ بھلا ہو جدت اور روشنی خیالی کا کہ جہاں سود کا نام منافع، پرافٹ اور کمیشن وغیرہ رکھا گیا۔ ایسے ہی اب ''بھیک'' کو ''امداد'' کے نام سے موسوم کیا جارہا ہے۔ شرم کی بات ہے کہ پیپلز پارٹی کے مؤسس ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا قول عام وخاص میں مشہور ہے کہ ''ہم گھاس کھالیں گے لیکن ایٹم بم بنائیں گے۔ یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ اس سے بحث نہیں لیکن عوامی حلقوں میں مشہور بہت ہے۔ آج اُسی بھٹو مرحوم کی

جماعت اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو قتل کروا کر امریکہ سے ہل من مزید کا مطالبہ کرتی اور دوست ممالک سے کبھی Do More کا راگ الاپ رہی ہے۔ جس ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کو بھٹو صاحب پاکستان لائے تھے آج پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہوئے ایک سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے لیکن محسن پاکستان کے ساتھ اُن کی شایانِ شان سلوک کرنا تو درکنار ایک عام پاکستانی سا بھی برتاؤ نہیں کیا جا رہا۔

سوات میں ''راہِ راست آپریشن'' آخری مراحل میں ہے۔ بیس لاکھ لوگ نقل مکانی کر چکے اور جو نقل مکانی نہ کر سکے، اُن میں بہت سے شہید ہو چکے، کس کی گولی سے؟ خداوند قدوس کو علم ہے۔ صوفی محمد جو کر رہے تھے وہ ٹھیک تھا یا جو حکومت نے کیا وہ ٹھیک ہے؟ ہمارے ناقص خیال میں دونوں نے غلط کیا اور اس معاملہ میں لا اُبالی کا مظاہرہ کیا۔ حکومت نے مجبورانہ چاہتے ہوئے نظامِ عدل ریگولیشن منظور کیا۔ اب صوفی محمد کو چاہیے تھا کہ وہ نادان دوستوں کے بجائے اکابر علماء کرام سے لائحہ عمل طے کرواتے اور جمہوریت، عدلیہ وغیرہ پر فی الحال فتویٰ بازی سے اجتناب کرتے۔ کیونکہ پاکستان کے روشن خیال (یعنی امریکہ کے غلام) اور امریکہ، بھارت، اسرائیل کو یہ معاہدہ کسی طرح بھی ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ پھر پرنٹ یا الیکٹرانک میڈیا حضرت کے پاس نہیں تھا کہ اصل صورت حال عوام کے سامنے آتی۔ ایسی صورت حال میں بہت احتیاط کی ضرورت تھی۔ احتیاط نہ برتی گئی۔ آج وادی سوات گولہ بارود کی نذر ہو چکی ہے۔ صوفی محمد کے برخوردار مولوی کفایت اللہ شہید ہو چکے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موٹر وے پر اکثر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ ''تیز رفتاری انجام موت'' اسی تیز رفتاری میں سب کیے پر پانی پھر گیا۔ اب مسلک بریلویہ کے علماء کرام طالبان کے خلاف بیانات اور احتجاج کر رہے ہیں۔ یہ ملکی یا غیر ملکی ایجنٹوں کی دیوبندی اور بریلوی فساد کروانے کی نئی سازش معلوم ہوتی ہے۔ جس کی نشاندہی اور مذمت گزشتہ دنوں جمعیت علماء پاکستان کے رہنما اور سابق ایم این اے صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے کی۔ اس پہلو پر بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔

افغانستان میں ستر فیصد علاقہ پر طالبان کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے۔ امریکی اور اتحادی فوجیں چند علاقوں تک محدود ہو کر رہ گئیں۔ یہ خبر باعث حیرت ہے لیکن ساتھ لمحہ فکریہ بھی ہے کہ بھارت افغانستان میں پاکستان کے خلاف لوگوں کو دہشت گردی کی ٹریننگ دے رہا ہے اور وہ لوگ بھی طالبان کے روپ میں ہیں۔ یہ خبر باعث تشویش ہے، لیکن ہمارے نادان حکمران فرما رہے ہیں کہ بھارت سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ اس قسم کے بیانات دینے والوں کو کبھی ملک کے دریاؤں ستلج، راوی، چناب اور اب دریائے سندھ کو دیکھنا چاہیے کہ ان کا پانی کس نے روکا۔ کشمیریوں پر ظلم کون کر رہا ہے اور اُن کا حق خود ارادیت کس نے چھینا۔ تین بلوچ رہنماؤں کے قتل کا مقصد کیا تھا اور کس نے کیا؟ ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء اور کارگل جنگ کس سے ہوئی۔ کون ہے جو پاکستان کے خلاف درپردہ سازشوں میں ملوث رہتا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ ہمارے دوست کون ہیں اور دشمن کون ہیں۔ اسرائیل بھارت اور امریکہ ہمارے دوست نہیں ہیں بلکہ دشمن ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کو بھیک مانگنے سے فرصت ملے تو وہ سوچیں اور جب وہ سوچیں گے خدا نہ کرے اس وقت تک دیر ہو چکی ہو۔

تیسری قسط

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ

پروفیسر خالد شبیر احمد

امیر شریعت اور اُن کی اولاد سے محبت:

حضرت رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کو فقط امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ سے ہی محبت نہیں تھی بلکہ آپ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے بھی والہانہ محبت کا اظہار اور اُن کے لیے خصوصی دعائیں فرماتے۔ میں اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ میں نے امیر شریعتؒ کے علاوہ ان کے بیٹوں کے ساتھ بھی اپنی زندگی کا بڑا حصہ بسر کیا ہے۔ بعض لوگ شکوۃً یہ کہہ دیتے ہیں کہ امیر شریعت کے بیٹوں کے مزاج میں وہ کشش اور جاذبیت نہیں جو کہ امیر شریعت کی شخصیت کا ایک مرکزی جوہر کمال تھا۔ اس کے جواب میں خود بیٹے کہتے ہیں کہ ہمیں امیر شریعت سے نسبت تو ہے لیکن ہم امیر شریعت نہیں۔ نہ ہی ہم امیر شریعت بن سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے میرا بھی یہی سوال ہے کہ اگر امیر شریعت کے بیٹوں میں بھی وہ تمام خصوصیات خصوصاً مزاج کے حوالے سے جو بات کہی جاتی ہے، ہوتیں تو پھر امیر شریعت اور اُن کے بیٹوں کے درمیان کیا فرق رہ جاتا۔ ایسے میں تو امیر شریعت کی ذات کی وہ کشش جس کا تذکرہ زبانِ زد خاص و عام ہے، اُس کی تو نفی ہو جاتی۔ بنیادی سوال تو یہ ہے کہ کیا امیر شریعت کے بیٹوں نے امیر شریعت کے نقشِ قدم پر اپنا قدم نہیں رکھا۔ کیا امیر شریعت کے بیٹوں نے دین کی راہ کو چھوڑ کر دنیا کی راہ اختیار کر لی ہے۔ کیا دین کے لیے جو خلوص اور جو محنت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ نے کی تھی، اُس خلوص اور اُس ایثار کی جھلک اُن کے بیٹوں میں موجود نہیں ہے۔ جس نصب العین کے لیے امیر شریعت نے اپنی پوری زندگی داؤ پر لگا دی تھی کیا وہ نصب العین اُن کے بیٹوں کی نظر سے اوجھل ہو گیا۔ دین کے احیاء اور بقاء کے لیے جو کچھ امیر شریعت نے کیا، کیا اُن کے بیٹوں نے اس سے منہ موڑ کر اپنے لیے دنیاوی عیش و عشرت کے سامان اپنے گرد و پیش اکٹھے کر لیے؟ اگر ایسا نہیں جیسا کہ ہرگز نہیں تو پھر یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ امیر شریعت کے بیٹوں پر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اُسی طرح ہے جس طرح خود امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ پر تھا۔ وہی سادگی، وہی جذبہ، وہی عزم، وہی استحکام، وہی بہادری، وہی جوش، وہی ولولہ، وہی خودداری، وہی سادگی، وہی محنت، وہی خلوص، وہی ایثار جو ہم امیر شریعت کی زندگی میں دیکھتے ہیں اُن کے بیٹوں میں بھی موجود ہے۔ اس لیے امیر شریعت کی طرح اُن کے بیٹے بھی ہر سلیم الفطرت مسلمان کے لیے انتہائی قابل احترام ہیں اور اس سلسلے میں آخری بات یہی ہے کہ امیر شریعت کی طرح امیر شریعت کے بیٹوں پر بھی حضرت رائے پوری کی نگاہِ کرم تھی اور یہ اُن کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ دین کے کام میں امیر شریعت کی اولاد میں کہیں جھول ہمیں نظر نہیں آتی۔ وہ ہمہ وقت دین کے لیے کمربستہ نظر آئے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل

اقتباس سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں حضرت رائے پوریؒ نے امیر شریعتؒ کے بیٹوں کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہہ دیا:

''مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے جو قلبی تعلق تھا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان حضرات کے جیل جانے کے بعد ان کے خاندان اور پسماندہ افراد کی فکر رکھتے اور ان سب کی ذمہ داری محسوس فرماتے۔''

مولانا محمد علی جالندھریؒ لکھتے ہیں:

''مولانا حبیب الرحمٰن منٹگمری جیل میں نظر بند تھے۔ ملاقات کی کسی کو اجازت نہ تھی۔ میں رائے پور حاضر ہوا۔ فرمایا کہ مولانا حبیب الرحمٰن سے ملاقات اگر کسی طرح ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ دل ملاقات کو چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا: حضرت میں انتظام کروں گا۔ اس پر بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔ فرمایا: ضرور کوئی انتظام کریں۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ میں نے ایک ایم۔ ایل۔ اے کے ذریعے جو میرا ملاقاتی تھا، وزیر جیل منوہر لال سے اجازت لی۔ بذریعہ تار ملتان میں اجازت کی اطلاع ملی۔ میں نے رائے پور اطلاع دی۔ حضرت والا سخت سردی میں منٹگمری تشریف لائے۔ میں سٹیشن پر پہلے ہی سے موجود تھا۔ ایک دوست کے ہاں قیام کیا۔ صبح مولانا حبیب الرحمٰن سے ملاقات ہوئی۔ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے متعلق بڑے بلند کلمات فرماتے تھے۔ اور ان سے ان کی وجہ سے ان کے خاندان سے بڑی محبت وشفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ تم بخاری کو یوں نہ سمجھو کہ صرف لیڈر رہی ہیں۔ انھوں نے ابتداء میں بہت ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یقین تو اللہ تعالیٰ نے ایسا نصیب فرمایا ہے کہ باید وشاید۔ میاں حالات وکیفیات کیا چیز ہے۔ اصل تو یقین ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو عطا فرمادے۔ مولانا محمد علی جالندھری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت کے سامنے بخاری صاحب کے لڑکوں کا تذکرہ آیا۔ فرمایا کہ شاہ صاحب کے لڑکے ہیں۔ میں تو ان کا نوکر ہوں۔ یہ محبت اور خصوصیت ان کے اخلاص، خود فراموشی، دینی خدمت میں انہاک؟ جو ان کی ذات اور ان کی ایمان افروز تقریروں عظیم مجموعوں میں پہنچتا تھا اور خصوصیت کے ساتھ پنجاب اور بالخصوص ملتان اور اُس کے نواح میں جو عقائد کی اصلاح ہوئی تھی۔ خود شاہ صاحب اپنی تقریروں اور کوششوں کی روح اور اپنی زبان کے اثر اور اس محنت وجفاکشی کے تحمل کا راز ایک مخلص اور مقبول بندہ کے ساتھ تعلق اور اُس کی دعاؤں اور محبت کو سمجھتے تھے اور اس پر ان کو بڑا ناز اور بہت اعتماد تھا۔ احرار سے محبت کی وجہ ان کی شانِ قلندرانہ اور جرأتِ رندانہ تھی۔ ہر نئے فتنے اور جدید فرقہ کے مقابلے میں یہ سینہ سپر اور سربکف ہوتے۔ قادیانیت، رفض وتفضیل اور متعدد ایسی گمراہ کن تحریکیں تھیں جن کے مقابلہ میں یہی سر پھرے میدان میں آتے۔

''کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے''

(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، علی میاں، صفحہ ۹۳، ۲۹۲)

رِقت وشوق کا غلبہ:

حضرت رائے پوری علیہ الرحمتہ پر رقت وشوق کا غلبہ تھا خصوصاً جس وقت آپ بزرگان دین کے واقعات سنتے یا پھر کوئی آپ کے سامنے شوقیہ یا پھر عشقیہ شعر پڑھتا اکثر اوقات فرمائش کرتے کہ اچھا کلام سناؤ۔ کسی اچھے قاری سے قرآن سننے کا بھی آپ کو ازحد شوق تھا اور جب قاری تلاوتِ قرآن پاک کرتا تو آپ پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک چھلک جاتے۔ علی میاں اپنی کتاب سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے صفحہ ۲۱۵ پر تحریر کرتے ہیں:

> ''ایک رات تہجد کے وقت دو بجے آپ بیدار ہوئے، چار پائی صحن سے برآمدہ میں لے جاتے تھے۔ قاری حسن شاہ صاحب بھی چار پائی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ کسی نے ان کا ویسے ہی نام لیا۔ حضرت نے فرمایا یہ اس وقت کچھ سناتے نہیں۔ قاری صاحب نے پوری محبت اور اخلاص سے قرآن پاک کا ایک رکوع سنایا۔ حضرت پر رقت طاری ہوئی، تمام خانقاہ تلاوتِ کلام سے گونج رہی تھی۔
>
> ایک دن عصر کے وقت قاری عطاء المہیمن بخاری ابن عطاء اللہ شاہ بخاری سے ایک رکوع قرآن پاک کا سماعت فرمایا تو آپ پر کیفیت گریہ کی بہت ہوئی غالباً کچھ حضرت شاہ صاحب کی یاد بھی آئی جس سے کیفیت میں اضافہ ہوا۔''

اسلام اور مسلمانوں کے لیے فکرمندی:

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام اور مسلمانوں کی حالتِ زار کا بڑی شدت کے ساتھ احساس تھا جس کا تذکرہ وہ اکثر اپنی مجلس میں بھی کرتے تھے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ فکرمندی ان کے نظامِ زندگی کی روح رواں بن گئی تھی تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ یہ فکرمندی کبھی تو درد بن کر آہ فغاں میں تبدیل ہوجاتی اور کبھی تنہائیوں میں آپ کی آنکھوں سے آنسو بن کے جھلک جھلک جاتی۔ خصوصیت کے ساتھ ۱۹۴۷ء کی تقسیم کے وقت فسادات کی صورت جو کچھ ہوا اس پر آپ انتہائی بے قرار اور مضطرب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جس سرزمین کو ہمارے صوفیاء کرام نے اپنے خون سینچا تھا۔ اسے ہمارے مسلمان چھوڑنے پر مجبور ہوگئے ہیں اور کہتے کہ اس ساری صورت حال میں مجھے تو اسلام اور مسلمانوں کا زوال نظر آرہا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے کسی خادم سے یہ فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں تنہائی میں عبادت میں مصروف رہتا ہوں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات پورا وقت مسلمانوں کے فکر ورنج اور قلق میں گزر جاتا ہے۔

سیاسی مسلک:

حضرت رائے پوری کے سیاسی مسلک میں جذبۂ جہاد اور انگریز دشمنی بنیادی اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں وہ اپنے پیرومرشد شاہ عبدالرحیم رائے پوری اور شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہما اللہ کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا تعلق اور آپ کا رابطہ انھیں جماعتوں کے ساتھ رہا جو ملک کی آزادی کے لیے انگریزوں کے خلاف برسرِ

پیکارر ہیں۔آپ کے سیاسی مسلک کے مطابق ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے بقااور ارتقاء کا راز اس میں بات میں مضمر تھا کہ مسلمان ہندوستان کے صوفیاء کرام (جن میں خاص طور پر خواجہ معین الدین اجمیری کا نام زیادہ نمایاں ہے) کی تقلید میں ہندوستان کی قدیم آبادی کے ساتھ محبت اور اخلاقی طاقت سے ان کے دل جیت لینے کی کوشش کو اپنا مقصدِ حیات بنالیں اور یہ بات اسی وقت ہی ممکن تھی جب ہندوستان تقسیم نہ ہو بلکہ متحد رہے۔آپ کے نزدیک ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے مقبولیت کا وہی راستہ درست راستہ تھا جو ساتویں صدی کے اندر صوفیاء کرام نے اختیار کیا اور اپنی روحانی اور اخلاقی طاقت کے ذریعے لاکھوں غیر مسلم کو دائرۂ اسلام میں لے آنے میں کامیاب ہوئے۔یہی وجہ تھی کہ آپ ہر اس بات کے خلاف تھے جو ہندوستان میں ہندو مسلم اختلاف کو ہوا دینے کا باعث بنے۔شاید اسی لیے آپ کے دل میں مولانا حسین احمد مدنی کی محبت، عشق کی حد تک موجود تھی وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے بھی دل و جان سے قائل تھے اور تقسیم ہند کو مسلمانوں کے لیے مضر اور دین اسلام کی اشاعت اور ترقی کے لیے نقصان دہ خیال کرتے تھے۔آپ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری دونوں کے پیر و مرشد تھے اور ان کے لیے خصوصی توجہ اس لیے تھی کہ وہ مجلس احرار اسلام کی قیادت کرر ہے تے جو ہندوستان کے اندر انگریز دشمنی کا استعارہ بن چکی تھی۔تقسیم ہند کے بعد ایک مرتبہ آپ نے لاہور میں ایک مجلس میں تقسیم ہند پر تبصرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ''ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ تقسیم مسلمانوں کے لیے سراسر مضر ہے میرا تو یہ ملک دیکھا ہوا ہے جس کا تمام نقشہ میرے ذہن میں موجود تھا ہمارے قائد بے چارے صرف جغرافیائی حیثیت سے ہی کچھ معلومات رکھتے تھے، ملک کا دورہ نہیں کیا تھا، ان کو کیا معلوم کہ تقسیم کس طرح صحیح ہوگی، نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ جب دو بھائی مشترکہ چیز کو آپس میں تقسیم کرتے ہیں تو ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ نزاع ہی رہتا ہے کہ ہماری یہ چیز وہ لے گیا اور دوسرا سمجھتا ہے کہ یہ ہماری چیز وہ لے گیا۔چنانچہ اب کشمیر کے متعلق بھی یہی نزاع ہو رہا ہے۔''

یہ بات لاہور میں ۸؍جنوری ۱۹۵۸ء کی ہے اسی دور میں آپ نے ایک دوسری مجلس میں یوں ارشاد فرمایا:

> ''انگریز، مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں۔انھوں نے قصداً تقسیم میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا لیکن ہمارے مسلمان ایسے سیدھے ہیں کہ اسی انگریز سے جو دشمن ہے تقسیم کرائی۔''

عجز و انکساری:

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو لوگ ان کے قریب رہے ہیں یہی بیان کرتے ہیں کہ وہ عجز وانکساری اور بے نفسی و بے غرضی کے میدان میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔''میں'' نام کی کوئی چیز ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔وہ اپنے پیر و مرشد حضرت عبدالرحیم کی طرح اس میدان میں ان کے نقش قدم پہ تھے۔ایسے معلوم ہوتا تھا کہ انھیں اپنے روحانی مقام و مرتبہ کا احساس تک نہ تھا۔مجلس کے اندر آپ نے کبھی کوئی ایسی بات کبھی نہیں فرمائی تھی جس کے سننے کے بعد لوگوں کے دلوں میں ان کی عقیدت میں اضافہ ہو، ہر بات اور ہر معاملے میں آپ اپنی نفی اور اپنی انکساری کا ہی

اظہار فرماتے تھے۔اس سلسلے میں چند اہم واقعات کا ذکر علی میاں نے اپنی کتاب سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ میں کیا ہے جو نذرِ قارئین ہیں:

(۱) ''راولپنڈی میں ایک مرتبہ قریشی صاحب کی کوٹھی پر چمن میں عصر کے بعد بڑی وسیع مجلس تھی۔بعض اعلیٰ عہدے دار، ممتاز علماء اور عمائدِ شہر جمع تھے۔ پروفیسر عبدالمغنی صاحب جے پوری نے (غالباً اس خیال سے کہ حضرت کچھ ارشاد فرمائیں اور لوگ مستفید ہوں) سوال کیا کہ حضرت صبر کی حقیقت کیا ہے۔حضرت نے بڑی بے تکلفی سے راقم کی طرف اشارہ کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں،ان سے پوچھو۔میں نے اپنے نزدیک بڑی کسرِ نفسی اور تواضع سے کام لیتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو اس کے لغوی معنی کے سوا کچھ معلوم نہیں۔مجلس پر سناٹا چھا گیا۔حضرت کو اس کا احساس نہیں معلوم ہوتا تھا کہ مجلس کے خواص حضرت کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔جن کو علماء و عمائد کے ایک بڑے گروہ نے اپنا شیخ و مربی تسلیم کر رکھا ہے۔''

(۲) ''ایک مرتبہ لائل پور کے دورانِ قیام میں اس بارے میں خدام اور احباب کے درمیان بڑی کشاکش تھی کہ حضرت رمضان کہاں کریں۔لائل پور کے اہلِ تعلق لائل پور کے لیے کوشاں تھے۔لاہور کے احباب لاہور کے لیے مُصِر تھے اور قریشی صاحب راولپنڈی کے لیے عرض کرتے تھے۔حضرت نے ایک روز سحور کے وقت تینوں گروہوں کے خاص خاص اشخاص کو بلوایا اور فرمایا: بھائی دیکھو میں ایک غریب کا شتکار کا بیٹا ہوں۔میرے گھر میں ایسی غربت تھی کہ میں جب طالب علمی میں آیا کرتا تھا تو میری والدہ کو فکر ہوتی تھی کہ گیہوں کی روٹی کا انتظام کس طرح کریں،غبی بھی ہوں اوّل تو کچھ زیادہ پڑھا نہیں، پھر جو کچھ پڑھا تھا وہ بھی بھول گیا۔اب جو تم مجھ کو کھینچے کھینچے پھرتے ہو اور کوئی ادھر لے جانا چاہتا ہے کوئی ادھر۔تو یہ محض اس کی برکت ہے کہ کچھ روز اللہ کا نام لیا۔تم خود اخلاص کے ساتھ چند روز اللہ کا نام کیوں نہیں لیتے کہ خود مطلوب بن جاؤ۔یہ تقریر کچھ ایسی سادگی اور اثر کے ساتھ فرمائی کہ بعض حضرات کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔''

(۳) ''لکھنو سے بریلی جاتے ہوئے سفر میں مجھ سے فرمایا کہ آپ لوگ اہل علم ہیں۔آخر آپ نے مجھے کیوں آگے کر دیا اور کیوں مجھے شرمندہ کرتے ہیں۔''

(۴) ''ایک مرتبہ آزاد صاحب نے حضرت کو مخاطب کر کے ایک غزل کہی جس کا مقطع تھا

یہ کیا ستم ہے کہ آزاد تیرے ہوتے ہوئے
ہے میکدہ میں بھی اور تشنہ کام ہے ساقی

یہ شعر سن کر فرمایا۔کہ بھائی میرے پاس تو پانی بھی نہیں۔شعر تو شیخ الحدیث کو سنانا۔یہ دراصل حضرت کا حال تھا۔جس میں کسی تصنع یا مصلحت بینی کا دخل نہیں تھا۔بداہتہً اور وجدانی طور پر اپنے کو کمال سے عاری سمجھتے تھے اور اہل نظر کے نزدیک یہ مقام ہزار کرامتوں اور ہزار علوم و معارف سے ارفع ہے۔''

(۵) ''بے نفسی اور فنائیت کا ایک اور واقعہ جو میرے نزدیک سینکڑوں مجاہدات وصدہا کرامات سے بھی بلند اور بیش قیمت ہے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔اس واقعہ سے اندازہ ہوگا کہ حضرت کی طبیعت وقتی تاثرات و جذبات سے کس قدر غیر متاثر واقع ہوئی تھی۔اور آپ کا مزکی انفس بے نفسی کی اور فنائیت کے کس درجہ پر پہنچ گیا تھا۔آپ کی طبیعت کس درجہ وضع داری، نباہ

کی قوت اور حق شناسی تھی۔

وفات سے تین چار ماہ قبل کا واقعہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خادم جو ساری عمر خانقاہ کے کھانے وغیرہ کے ذمہ دار تھے اور بوجہ اپنی علالت کے، ان کی بیوی نے اپنے لڑکے کے ذریعے معذوری ظاہر کردی جس پر حضرت کے کچھ فرمائے بغیر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے اپنے گھر میں کھانے کا انتظام کیا۔ حضرت نے بالکل سکوت فرمایا۔ اس کے بعد منتظمین نے ان کے خلاف بہت شکایات کیں۔ کھانا اچھا نہیں ہوتا تھا۔ روٹی کچی ہوتی تھی۔ کبھی نمک غائب، مہمانوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ غرض کہ اس طرح کی بہت سی باتیں انھوں نے کیں کہ بہت اچھا ہوا انھوں نے استعفیٰ دے دیا۔ حضرت سے انھوں نے کہا کہ یہ منجانب اللہ ہوا ہے۔ ہم چاہتے بھی یہی تھے۔ لیکن ان سب کے کان بھرنے کے باوجود حضرت نے سکوت اختیار کیا۔ کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ صرف ایک مرتبہ ان شکایات کے جواب میں ایک عام بات فرمائی، کہ بھائی اصل میں ایک کام جب بہت دن تک کیا جاتا ہے تو اس میں اتنا اہتمام نہیں رہتا اور ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔

بہر حال دوسرے ان حضرات نے ان کو دوسری کوٹھی سے بلوایا۔ مگر وہ آئے نہیں۔ کئی گھنٹے کے بعد پھر بلوایا پھر بھی نہیں تشریف لائے۔ ظہر کے بعد پھر وہ شکایات کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس کے بعد حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فوراً آدمی بھیجا۔ اب کی وہ تھوڑی دیر کے بعد آ گئے۔ کمرہ خالی کرایا گیا۔ چارپائی کی پشت پر حضرت کے بھائی مولانا عبدالوحید تشریف رکھتے تھے۔ حضرت استغراق میں تھے۔ جب وہ آئے تو حضرت نے فرمایا: کون ہے؟ انھوں نے کہا ظفر الدین۔ فرمایا: آ گئے؟۔ تمہارا کیا حال ہے۔ انھوں نے اپنا حال بتلایا اور ڈاکٹر کے دکھانے کا ذکر کیا۔

حضرت نے فرمایا مجھے تمہاری بیماری کی بڑی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صحت عطا فرمائے۔ میں بہت معذور ہوں، چل نہیں سکتا۔ ورنہ دن میں کئی مرتبہ تمہاری خدمت میں آتا۔ اگر تکلیف کی وجہ سے نہیں آ سکتے ہو تو اپنے لڑکے بشیر احمد کے ذریعے اپنی خیریت کہلوا دیا کرو۔ دوا بھی تو تم نے خریدی ہو گی؟ جب ڈاکٹر کے پاس گئے تو کچھ پیسے تو لے جاتے۔ انھوں نے جواب دیا کہ حضرت دس روپے لے گیا تھا اور دوا اتنے میں ہی آئی۔ اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میری واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالو (اس میں اُس وقت ۳۰۴ روپے تھے) اور فرمایا یہ رکھ لو۔ دوائی وغیرہ میں کام آئیں گے۔ اس کے بعد فرمایا دوسری جیب میں بھی تو دیکھو اس میں بہت بڑی رقم تھی۔ فرمایا: یہ بھی رکھ لو۔ انھوں نے کچھ تکلف کیا۔ حضرت نے فرمایا اور بھی بہت سے خرچ ہیں اس کو رکھ لو اللہ کا شکر کرو۔ یہ محض میرے مالک کا فضل ہے۔ جب وہ رقم لے کر واپس جانے لگے تو حضرت نے پھر آواز دی اور ارشاد فرمایا تم نے ہمارا کھانا پکانا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ تین چار مہینے کی بات تھی۔ میں تو چاہتا تھا کہ تمہارے ہی ہاتھ سے کھاتے۔ انھوں نے اپنی اور اپنی اہلیہ کی بیماری کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا تمہاری تین بچیاں ہیں۔ انھوں نے عرض کیا وہ چھوٹی بچیاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہارے ہی ہاں کھائیں، چاہے جیسا بھی ہو کچا ہو یا پکا ہو، بے

نمک ہو جس طرح کا بھی ہو، اگر تم اور تمہارے گھر والے نہ کر سکیں تو ایک ملازمہ رکھ لو، خرچہ ان شاء اللہ میں دے دوں گا۔ اس کو مجھ سے لے لیا کرو کسی کو خبر نہ لیکن پکے تمہاری ہی نگرانی میں۔ انھوں نے کہا کہ کام کرنے والی کوئی عورت اچھی نہیں ملتی۔ حضرت نے فرمایا تمہیں اچھی نہیں ملتی تو بھائی فضل الرحمٰن سے ہی کہتا ہوں، وہ انتظام کر دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ سوچ کر بتا دوں گا۔ اسی درمیان یہ بھی فرمایا: تمہارے پاس چاول کی بوریاں بھی تو آئی تھیں۔ ان میں سے ایک بوری چاول علی میاں کے لیے ہمیں چاہیے۔ اس کے بعد وہ چلے گئے اس کے بعد حضرت نے کچھ نہیں کہا۔

دوسرے تیسرے روز بہت بڑی تعداد میں ہدایا و تحائف اور رقمیں آئیں۔ حضرت کی جیبیں تو روپے سے بھر ہی چکی تھیں پوری چارپائی بھی نوٹوں سے اٹ گئی۔ اپنے بڑے رومال میں ان سب روپوں کو اکٹھا کر کے باندھ لیا۔ اس کے بعد حاجی ظفر الدین صاحب کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ ان کو خوب مضبوطی اور کس کے باندھ لو تا کہ زیادہ بڑی نہ معلوم ہو اور لے جاؤ۔ کھانے کے سلسلے میں کوئی بات نہیں فرمائی۔‘‘ (صفحہ ۲۴۷ تا ۲۵۱، روایت: مولانا عبدالوحید)

(جاری ہے)

سلیم الیکٹرونکس
SALEEM ELECTRONICS, MULTAN
SALEEM ELECTRONICS
HUSSAIN AGAHI ROAD, MULTAN
ڈاؤلینس ریفریجریٹر اے سی
سپلٹ یونٹ کے بااختیار ڈیلر
Dawlance
ڈاؤلینس لیا تو بات بنی
061- 4512338
061- 4573511
حسین آگاہی روڈ ملتان

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
7 جون 2009ء
اتوار بعد نماز مغرب
دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے
تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465

ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

قائد احرار شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ ان یادگارِ زمانہ لوگوں میں سے تھے جنہیں مجلس احرار جیسی عظیم جماعت کی تاسیس وتعمیر میں بنیادی پتھر اوراس کے بانی ہونے کا قابلِ صد فخر مقام حاصل ہوا اوراس کی تجدید وتزئین کے لیے پختہ کاری و چہرہ آرائی کی بڑی ذمہ دارانہ حیثیت نصیب رہی۔ چنانچہ سیدنا امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے منہ بولے چھوٹے بھائی، سعادت مند، اطاعت شعار، وفادار اور چہیتے رفیق زندگی کے طور پر چالیس سالہ اجتماعی جدوجہد کے انقلابی وطوفانی دور میں ہر مدوجزر کے وقت تا دمِ آخر انھیں یہ مرکزی حیثیت برابر حاصل رہی۔

اصل وطن:

آپ کے آباؤ اجداد سری نگر (کشمیر) کے مضافات سے امرتسر آئے' وہاں پشمینہ کا کاروبار شروع کیا تجارت سے معاشی حالت مستحکم تھی اور خاندان معزز وباوقار تھا۔

والدین:

آپ کے والد ماجد شیخ عزیز الدین مرحوم یو۔ پی کی ایک ریاست پیاگ پور میں بہ طور وزیر مقرر تھے۔ چنانچہ جب آپ کے بڑے بھائی شیخ غلام مصطفیٰ مرحوم کی شادی کی تقریب ہوئی تو مہاراجا خود شاملِ بارات ہوا اور امرتسر سے لاہور تک ایک اسپیشل گاڑی چلی تھی یہ شادی تکیہ سادھواں میں ڈاکٹر محمد دین کے گھر ہوئی تھی جو ''انجمن حمایتِ اسلام لاہور'' کے بانیوں میں تھے اور اسکے فنانشل سیکرٹری تھے۔

پیدائش اور تعلیم:

شیخ صاحب ۳۰۔ ذوالحجہ ۱۳۱۴ھ مطابق یکم جون ۱۸۹۷ء بروز منگل امرتسر میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم محلّہ کی مسجد کے ایک بزرگ سے حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم ''گرو کی نگری'' میں اور ۱۹۲۰ء میں خالصہ کالج امرتسر سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ کالج کے زمانہ سے ہی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔

سیاست میں شمولیت:

جب گاندھی نے افریقہ سے واپس آ کر ہندو مسلم اتحاد کی تلقین شروع کی تو آپ نے سب سے پہلے کالج میں یہ تحریک چلائی۔ پھر اگست ۱۹۱۸ء میں انگریز نے جو مظالم توڑے' ان کے لیے احتجاجاً رولٹ ایکٹ کے خلاف پہلی آل انڈیا ہڑتال کرانے میں پیش پیش تھے۔ جب اس تحریک نے عوامی رخ اختیار کیا تو ہندوستان کی مخصوص فضاء میں یہ پہلا موقع تھا

کہ غیر مسلم رہنماؤں نے مساجد میں آ کر مسلم اکابر کے دوش بدوش عوام سے خطاب کیا۔اس سلسلہ میں مسجد خیر الدین امرتسر میں ایک جلسہ ہوا۔جس میں ہندو مسلم اور سکھ جمع ہوئے تو شیخ صاحب امرتسر کی والنٹیر کور کے انچارج تھے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:''۱۹۱۸ء میں مہاتما گاندھی نے ''رولٹ بل'' کے خلاف تحریک کا آغاز کیا اور انگریزوں کی بدعہدی کے خلاف ملک کے گوشے گوشے میں احتجاج کا آغاز ہوا۔ہندو اور مسلمانوں نے ہڑتالوں اور جلسوں کی صورت میں احتجاج کا غلغلہ بلند کیا۔میں ان دنوں خالصہ کالج امرتسر میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔اتحاد باہمی کا یہ عالم تھا کہ ہندوؤں تک نے مساجد میں تقریریں کیں اور آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں انقلاب انگیز قدم اٹھایا۔'' (کتاب ''غبارِ کارواں''،مضمون ''بخاری کی باتیں'' ص ۵۸)

تصنیفی وتالیفی خدمات:

حضرت شیخ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اصطلاحی طور پر مصنف ومؤلف نہ تھے،البتہ فطری استعداد،علم دوستی،ادب و انشاء سے والہانہ ربط ودلچسپی،ذوقِ شعر وسخن فہمی،وسیع مطالعہ ومشاہدہ،ربع صدی پر محیط دینی وقومی اور ملکی معاملات میں تلخ و صبر آزما سیاست کا عملی تجربہ اور سب پر مستزاد اپنے عہد کے جید علماء وصلحاء اور آزمودہ کار احباب وقائدین کی شفقت وبرکت آمیز صحبت وتربیت‘ ان اجزاء وعناصر نے انکی طبیعت اور مزاج کو تصنیف وتالیف اور ترجمہ کے فن سے بہت مانوس وقریب کر دیا تھا۔لیکن ہر لحظہ کی پر خطر انقلابی زندگی کے بے پناہ مشاغل کے سبب انہیں یک سوئی اور استقلال کے ساتھ اس فن کے مقتضیات پورے کرنے کی مہلت نہ مل سکی۔تاہم اس افراتفری میں بھی ان کے قلم سے چند ایک قابلِ قدر اور مفید چیزیں ضبطِ تحریر میں آ گئیں۔مجلس احرار اسلام کے اصول ومقاصد اور جدوجہد آزادی کے دوران اس کے مثبت لائحۃ العمل کے اظہار کے لیے مختلف مواقع میں آپ کے چند ایک خطبات،بہت سی تقاریر اور متعدد بیانات کا مطبوعہ وغیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے۔ان کی یہ تحریرات قومی نفسیات پر ان کی گہری نگاہ،فرنگی کی عیارانہ ڈپلومیسی،نیز اس کے ہندو مسلم گماشتوں اور ملت ووطن دشمن رجعت پسند تحریکات کے پس منظر سے آگاہی‘ خصوصاً بین الاقوامی سیاست سے غیر معمولی شغف اور اس پر ماہرانہ عبور،وطن عزیز اور عالمِ اسلام کے مستقبل پر یہود ونصاریٰ اور دھریوں کے بے پناہ روز افزوں اقتدار اور تسلط کے اسباب وعلل کا عارفانہ شعور اور ان سب باتوں میں اپنے جماعتی موقف کے دلائل کے مبصرانہ استحضار کا عکس جمیل ہیں۔

ایسے ہی ربع صدی میں مجلس احرار اسلام کی مرکزی عاملہ ومجلس مندوبین (جنرل کونسل) کے اجتماعات میں ان کی مرتبہ اکثر وبیشتر قراردادیں حضرت شیخ صاحب کی فکری پختگی اور سیاسی بصیرت کے تجزیہ کے لیے بہترین معیار ومیزان کا درجہ رکھتی ہیں۔اس کے علاوہ ایک فرنگی مصنف مسٹر ایڈورڈ ٹامسن کی اہم سیاسی کتاب "The Other Side Of The Medal" کا اردو ترجمہ بنام ''انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ''، شیخ صاحب کے قلم سے ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔

پچاس سال پہلے روس کے خالص مادہ پرستانہ فکری بغاوت اور عالمی سطح پر انتہائی موثر وخطرناک دہریت و اباحیت آمیز اشتراکی انقلاب برپا ہونے کے وقت روس میں ایک غیر ملکی مبصر مقیم تھا۔اس نے داستانِ انقلاب کو ایک ضخیم اور زبردست تاریخی وسیاسی تالیف میں جمع کیا تھا۔اس کا دو جلد میں معنی خیز،شستہ وشگفتہ اور سلیس ورواں غیر مطبوعہ اردو

ترجمہ، ان کی زبان دانی، انگریزی پر عبور، انشائی صلاحیت، مقصودِ مصنف اور کتاب کے موضوع و مضمون کے صحیح فہم و احساس، اس کی کامیاب عکاسی اور بھرپور ترجمانی کا بہترین شاہکار تھی۔

علالت:

حضرت شیخ صاحب مرحوم رمضان ۱۳۸۶ھ؍۱۹۶۶ء میں پرانے اور مزمن دمہ کے مسلسل اور خطرناک دوروں کی زد میں آ گئے۔ عمر طبعی بھی گزر چکی تھی۔ اکہتر سال کے پیٹے میں تھے۔ چونکہ صاحب عزیمت، باحوصلہ اور بے انتہا شجاع وجری تھے، اس لیے برداشت کرتے رہے۔ لیکن حقیقتاً اب اُن کی صحت گرتی ہوئی دیوار تھی۔ عمر اور مرض کے فطری تقاضا کے مطابق ان کی جسمانیت بالکل کھوکھلی اور متزلزل ہو چکی تھی۔ اسی سال ذوالحجہ میں' میں جماعت احرار کی تنظیمِ جدید کے سلسلہ میں راولپنڈی سے لاہور آیا۔ ملاقات ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ اب چند روزہ مہمان ہیں۔ تاہم آدابِ عیادت کے مطابق تسلی وتشفی کے کلمات کہے۔ صحت و عافیت اور خیر و برکت کی دعا کی۔ سہ ماہی جماعتی کارروائی کی تفصیلات پیش کیں۔ جواباً آپ نے نئے دستور کے مطابق ابتدائی رکنیت ومعاونت سے لے کر مرکزی انتخابات تک تمام کارروائی جلدی مکمل کرنے کی تاکید فرمائی۔ ضروری ہدایات دیں۔ میری ناچیز سعی وخدمت کی تحسین وحوصلہ افزائی اور کامیابی کی دعا فرمائی۔

اُن کی تحریروں کا مجموعہ جو ابتداً حضرت شیخ صاحب کے چار سیاسی اور تحریک خلافت کے متصل بعد سے تحریک ختم نبوت تک مجلس احرار اسلام کی بنیادی تاریخ کے تدریجی مراحل کے تحقیقی بیان اور تجزیہ پر مشتمل تھا اور اسے صرف آپ کے ایک مجموعۂ مضامین کی حیثیت سے ہی شائع کرنا مقصود تھا۔ میں نے اس وقت انہی چار مضامین کو مختلف جرائد ورسائل سے حاصل اور مرتب کر کے کتابی شکل میں اشاعت کی تجویز عرض کی تو سن کر بہت خوش ہوئے اور اس مجموعہ کو جامع بنانے کی غرض سے اپنے سن وار سوانح کی ضروری تفصیلات بھی لکھوائیں لیکن اپنے احوال وعوارض کے احساس سے اندازِ گفتگو بہت سمٹا سمٹایا اور تفکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ چنانچہ میرے عزم ونیت اور تجویز وترتیب کے مطابق یہ مجموعہ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ مارچ ۱۹۶۸ء میں پہلی بار میرے ہی مجوزہ عنوان ''غبارِ کارواں'' کے نام سے شائع ہوا اور تنظیم جماعت کے دائرہ سے باہر بھی ہر حلقہ میں پسندیدہ اور مقبول ہوا۔

انتقال:

قائد مرحوم کی یہ کیفیت دیکھ کر میرا خدشہ یقین سے بدلنے لگا۔ بہرکیف دعا مانگتے ہوئے واپس ملتان چلا آیا۔ پونے دو ماہ کے وقفہ سے جماعتی سلسلہ میں ہی دوبارہ سفر ہوا تو سیالکوٹ، گوجرانوالہ سے واپسی پر پھر ملاقات ہوئی حالت بدستور تھی' ان کی خاطر سے دو تین روز قیام ہوا پھر دھڑکتے دل سے واپسی ......اور افسوس کہ یہ ملاقات زندگی میں آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ ۱۲؍ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ ۲۱؍جون ۱۹۶۷ء بدھ کے مبارک اور تاریخی دن میں دمہ کا ایک شدید دورہ ہی جان لیوا ہو گیا۔ جیسے کیسے نماز فجر ادا کی اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے انتقال فرما گئے۔ ہمارے قدیم اور گہرے ذاتی و جماعتی مراسم کی ایک داستان ختم ہو گئی اور بڑی حسین وجمیل آرزوؤں کے تانے بانے بکھر کر رہ گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر بھی رخصت ہوئے

مولانا زاہد الراشدی

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر میرے والد گرامی تھے، استادِ محترم تھے، شیخ و مربی تھے اور ہمارے درمیان دوستی اور بے تکلفی کا وہ رشتہ بھی موجود تھا جو ہر باپ اور اس کے بڑے بیٹے کے مابین ہوتا ہے۔ ۵؍مئی کو صبح ایک، سوا ایک بجے کے لگ بھگ وہ کم و بیش ایک صدی اس دنیا میں گزار کر دار القضاء کی طرف کوچ کر گئے ...... انا للہ وانا الیہ راجعون ......
میں خود ہجری اعتبار سے ۶۳ سال کا ہو چکا ہوں۔ میرے جذبات و تاثرات کا وہی عالم ہے جو حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا اپنے والد گرامی حضرت مولانا سید محمد زکریا بنوریؒ کی وفات پر تھا۔ وہ مولانا سید یوسف بنوریؒ کی وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے تھے۔ اپنے بزرگ باپ کی وفات پر مولانا بنوریؒ رو رہے تھے تو کسی نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ کے والد بزرگوار نے ماشاء اللہ خاصی عمر پائی ہے اور بہت اچھی زندگی بھی گزاری ہے، آپ روتے کیوں ہیں؟ فرمایا کہ روتا اس لیے ہوں کہ اب مجھے ''ابے یوسف!'' کہہ کر بلانے والا کوئی نہیں رہا۔ میری کیفیت بھی کچھ اسی طرح کی ہے اور میں سوچتا ہوں کہ اب ''زاہد کو بلاؤ'' کون کہے گا؟ اور ''زاہد ادھر آؤ'' کہہ کر بلانے والا کون ہوگا؟

وفات کے وقت ان کی عمر ہجری حساب سے اٹھانوے برس تھی کہ وہ اپنا سن ولادت ۱۳۳۲ھ بتایا کرتے تھے۔ ان کے والد محترم جناب نور احمد خان مرحوم شاہراہ ابریشم پر واقع شنکیاری سے چند میل کے فاصلے پر کٹر منگ کے قریب ایک پہاڑی چوٹی ''چیراں ڈھکی'' میں رہتے تھے۔ چھوٹے موٹے زمیندار تھے، سوات کے معروف روحانی پیشوا حضرت اخوندازہ عبدالغفور سواتی سے بیعت و عقیدت کا تعلق تھا۔ ضلع مانسہرہ کے طول و عرض میں آباد سواتی قوم میں سے تھے۔ انھوں نے دینی تعلیم اپنے چھوٹے بھائی مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے ہمراہ (جن کا گزشتہ سال اپریل میں انتقال ہوا ہے) مانسہرہ، گوجرانوالہ، جہانیاں منڈی، ڈوالہ سندھواں اور دوسرے علاقوں میں دینی مدارس میں حاصل کی۔ ۱۹۴۱ء میں دار العلوم دیوبند پہنچے، جہاں دونوں بھائیوں نے دورۂ حدیث کیا اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ کے ساتھ سندِ فراغت و فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۴۳ء میں وہ گکھڑ آ گئے اور جی ٹی روڈ پر ایک مسجد میں امامت و خطابت کا سلسلہ شروع کیا جو ۲۰۰۰ء تک مسلسل جاری رہا۔ پانچ وقت نمازوں کی امامت، نمازِ فجر کے بعد بلاناغہ قرآن

وحدیث اور جمعہ وعیدین کے خطبوں کے علاوہ درسِ نظامی کے مختلف درجات کی تدریس کم وبیش ساٹھ برس تک ان کا روزمرہ کا معمول رہی۔

وقت کی پابندی میں لوگ مولانا ظفر علی خان مرحوم کے ساتھ ان کا نام بھی لیا کرتے تھے اور ان کے معمولات کو دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں سیدھی کیا کرتے تھے۔۱۹۵۲ء میں گوجرانوالہ میں ان کے بھائی مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ نے مدرسہ نصرۃ العلوم قائم کیا تو اس کی تدریس سے وابستہ ہوئے اور صدر مدرس، شیخ الحدیث اور ناظم تعلیمات کی حیثیت سے ۲۰۰۰ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔اس کے علاوہ گورنمنٹ نارمل سکول میں اساتذہ کی تربیت کے لیے جے وی، ایس وی اور سی ٹی طرز کے کورسز ہوتے تھے۔ان کورسز کے شرکاء کو روزانہ درسِ قرآن کریم کی صورت میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے بہرہ ور کرنے کا سلسلہ بھی کم وبیش ربع صدی تک جاری رہا۔ایک بار ہم نے ان اداروں سے تعلیم پانے والے حضرات کے اعداد وشمار کا محتاط انداز سے حساب لگانا چاہا تو خاصی احتیاط کے ساتھ کیے گئے اندازے میں یہ نتیجہ سامنے آیا کہ حضرت مرحوم کے براہِ راست شاگردوں کی تعداد تیس ہزار سے کسی طرح کم نہیں ہوگی جو دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور کسی نہ کسی شعبے میں دینی اور تعلیمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔مجھے دنیا کے مختلف حصوں میں وقتاً فوقتاً جانے کا موقع ملتا رہتا ہے۔امریکہ، یورپ، افریقہ، مشرق بعید، مشرق وسطیٰ اور وسط ایشیا کا کوئی علاقہ ایسا نہیں دیکھا، جہاں ان کا کوئی نہ کوئی شاگرد موجود نہ ہو اور دینی خدمات سرانجام نہ دے رہا ہو۔

ان کی دو بیویاں تھیں، جن سے ہم بارہ بھائی اور تین بہنیں پیدا ہوئے۔تین بھائی بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔نو بھائی جوان ہوئے جو سب کے سب دینی تعلیم سے آراستہ ہیں، عالم ہیں، حافظ ہیں، قاری ہیں اور دینی تعلیم کے کسی نہ کسی شعبے سے وابستہ ہیں۔تینوں بیٹیوں کو دینی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔تینوں قرآن کریم کی حافظہ ہیں اور درسِ نظامی کی تعلیم سے بھی فیض یافتہ ہیں، تینوں دینی علوم کی تدریس میں مصروف ہیں۔والد محترم خود حافظ قرآن نہیں تھے مگر سب بیٹوں اور بیٹیوں کو قرآن کریم حفظ کرایا۔ان سے کوئی پوچھتا کہ حضرت! آپ حافظ ہیں؟ تو جواب میں کہتے کہ ''میں حافظوں کا باپ ہوں''۔ایک بار ہم نے ان کے بیٹوں، بیٹیوں، پوتوں، پوتیوں، نواسوں، نواسیوں اور پھر آگے ان کی اولاد میں قرآن کریم کے حافظوں کا شمار کیا تو ان کی تعداد چالیس سے زیادہ تھی۔اس لیے وہ فی الواقع حافظوں کے باپ تھے۔

وقت کی پابندی کے ساتھ ساتھ ان کی یادداشت اور علوم کا ذہنی استحضار بھی ضرب المثل تھا۔گزشتہ نو برس سے صاحب فراش تھے۔کروٹ اپنے اختیار سے نہیں بدل سکتے تھے مگر یادداشت کا یہ عالم تھا کہ کتاب کے باب اور صفحہ نمبر کے ساتھ حوالہ بتایا کرتے تھے۔اس حالت میں بھی ہمیں کسی مسئلے یا حوالے کے بارے میں تردد ہوتا تو ان سے پوچھتے اور وہ جس کتاب اور جس صفحے کا حوالہ دیتے، وہ وہیں مل جاتا تھا۔اخبار باقاعدگی سے سنتے تھے۔حالات سے باخبر رہتے تھے اور

تبصرہ بھی کرتے تھے۔ میرا معمول جمعہ کے روز شام کو تھوڑی دیر کے لیے ان کے پاس حاضری کا تھا۔ ملکی حالات کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ مجاہدین کی سرگرمیاں اور سوات و دیگر شمالی علاقوں کے حالات ان کی پریشانی اور دلچسپی کے خاص موضوعات تھے۔ آخری دنوں میں سوات کے بارے میں خبریں سن کر اور حالات معلوم کر کے رویا کرتے تھے۔ کتاب اور علم کے ساتھ دلچسپی آخر وقت تک قائم رہی۔ کسی نئی کتاب کے بارے میں معلوم ہوتا تو فرمائش کر کے منگواتے تھے اور کچھ نہ کچھ سنتے رہتے تھے۔

میں ان کی وفات سے تین چار روز پہلے بیرونی سفر سے واپس آیا ہوں۔ برطانیہ اور سعودی عرب کا سفر تھا۔ جانے سے پہلے میں نے بتایا اور دعا کے لیے کہا تو دعا کے ساتھ کہا کہ حدیث کی کتاب ''مسند ابی یعلیٰ'' کے بارے میں سنا ہے کہ چھپ گئی ہے۔ وہ میرے لیے لیتے آنا۔ اس کتاب کا محدثین کے ہاں اکثر تذکرہ ملتا ہے اور اس کے حوالے بھی دیئے جاتے ہیں مگر مطبوعہ صورت میں کافی عرصے سے ناپید تھی۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور جدہ کے نصف درجن سے زائد کتب خانوں میں تلاش کے بعد وہ کتاب حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ مگر گزشتہ جمعہ کے روز میں نے جب ''مسند ابی یعلیٰ'' ان کی خدمت میں پیش کی تو وہ معذوری کے آخری مراحل میں داخل ہو چکے تھے اور گفتگو بھی اشاروں میں ہی کر پا رہے تھے۔

تمام عمر دینی و قومی تحریکات میں حصہ لیتے رہے۔ تحریک آزادی میں جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کم و بیش دس ماہ اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں ایک ماہ تک جیل میں رہے۔ ایک طویل عرصے تک جمعیت علماء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے امیر رہے اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں سرگرم حصہ لیتے رہے۔ وہ اہل سنت کے دیوبندی مکتبِ فکر کے علمی ترجمان سمجھے جاتے تھے۔ انھوں نے مسلکی اختلافات کے حوالے سے مختلف موضوعات پر پچاس سے زیادہ ضخیم کتابیں لکھی ہیں، جن کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ ان کے اندازِ تحقیق، اسلوبِ بیان اور علمی ثقاہت کا ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے بھی کھلے دل کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ جن کی کتاب ''دو اسلام'' کا تحقیقی جواب انھوں نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ملتان جیل میں تحریر کیا تھا۔ ڈاکٹر برق مرحوم نے ''دو اسلام'' کے آخری ایڈیشن میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے جواب میں لکھی جانے والی کتابوں میں جس کے اسلوبِ بیان، تحقیق اور متانت سے وہ متاثر ہوئے ہیں، وہ مولانا سرفراز خان صفدر کی کتاب ''صرف ایک اسلام'' ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی وفات پر لوگوں کو روتے ہوئے دیکھ کر مولانا سید حسین احمد مدنی نے کہا تھا کہ تم کیوں روتے ہو؟ تمہارے لیے تو ہم ہیں، رونے کا حق تو ہمارا ہے کہ ہمارے لیے کوئی نہیں رہا۔ آج اہل علم یتیم ہو گئے ہیں کہ مشکل وقت میں رہنمائی کے لیے جن سے رجوع کیا کرتے تھے، وہ ہم سے رخصت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہمیں ان کی حسنات کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق سے نوازے...... آمین، یارب العالمین۔

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کا سانحۂ ارتحال

ڈاکٹر فہد انوار*

محققِ اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہٗ کی وفات ہمارا ایک ایسا دینی وملّی سانحہ ہے جس کا احساس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جائے گا۔ قحط الرجال کے اس دور میں حضرت کا وجود مجھ جیسے کتنے ہی افراد کے لیے باعثِ تسکین تھا۔ حضرت کا سانحۂ وفات ایک ایسے وقت میں پیش آیا ہے جب کہ ملتِ اسلامیہ بالعموم اور ملتِ پاکستان بالخصوص فکری وعملی اندیشوں کا شکار ہے اور کشتیٔ ملت کو ان اوصاف کے حامل ناخداؤں کی اشد ضرورت ہے جو حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کو ودیعت کیے گئے تھے۔ یہاں مجھے اپنے نہایت محبوب استاد حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم کے وہ الفاظ یاد آتے ہیں جو آپ نے سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات پر فرمائے تھے کہ جب کبھی کسی اللہ والے کا انتقال ہوتا ہے تو مجھے ڈر بھی لگتا ہے (کیونکہ اس اللہ والے کی وجہ سے جو فیوض وبرکات اہل زمین کو مل رہے تھے اور اس کی دعاؤں کی وجہ سے اہل زمین بہت سے شرور سے بچے ہوئے تھے، اب وہ اس طرح سے حاصل نہیں ہوں گے۔) ایسے مواقع پر کثرت سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکت سے محروم نہ فرمائے اور ان کے بعد کسی فتنے میں نہ ڈالے۔

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ بجا طور پر یادگارِ اسلاف تھے۔ وہ ایک ایسے دور کی یادگار تھے جب عالمِ اسلام کی معروف ومستند دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا ابراہیم بلیاویؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور دیگر بہت سے جبالِ علم وعمل علومِ دینیہ کی روشنی پھیلا رہے تھے۔ آپ کی حدیث کی سند کے حصول کے لیے علماء وطلباء آرزو مند رہتے تھے اور بجا طور پر ہونا بھی چاہیے تھا کہ آپ کو مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بلا واسطہ شاگردی کا تعلق تھا۔ اس لحاظ سے صرف پانچ واسطوں سے مسند الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ سے آپ کا سلسلۂ حدیث جا ملتا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کو رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ سے شاگردی اور مریدی دونوں کا تعلق بھی تھا۔ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی خلافت سے بھی نوازا تھا۔ تاریخ پر نظر رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ اس سلسلے کے سرخیل سیدنا مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے سنت کی ترویج اور

بدعات کی تردید میں خاص ہمت صرف فرمائی تھی۔ اسی کا پرتو حضرت مولانا حسین علی اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کی تحریر و تقریر میں ملتا ہے۔ حضرت مولانا حسین علیؒ کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب کی سندِ حدیث میں یہ بات درج ہے۔ اس لحاظ سے صرف ایک واسطے سے آپ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد بھی ہیں۔

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب کا خاص وصف جمہور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں رسوخ اور تصلب تھا۔ اہل سنت کے عقائد کو سمجھنے کے لیے ان کی تصانیف سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہمارے دور میں جبکہ نظریاتی افراط و تفریط عام ہوتا جا رہا ہے اور عقائد کی تشریح میں سلف کے طرز سے بے اعتنائی بھی رواج پا رہی ہے۔ ایسے دور میں حضرت سے اللہ تعالیٰ نے عقائد کی تطہیر، بدعات کی تردید اور فکری کج روی کی نشاندہی کے سلسلے میں خاص کام لیا ہے۔ اگر اسے مبالغے پر محمول نہ کیا جائے تو راقم حضرت کو اس حدیث کا مصداق سمجھتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس امت میں اللہ تعالیٰ ایسے افراد پیدا فرماتا رہے گا جو تحریف کرنے والوں کی تحریف سے دین کی حفاظت فرماتے رہیں گے۔ (اس کی مکمل تشریح حضرت مولانا منظور نعمانیؒ کی مرتبہ کتاب ''تذکرۂ مجدد الف ثانی'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

مسئلہ توحید کی وضاحت، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کے بارے میں کج روی کی نشاندہی کر کے صحیح طرزِ عمل کا بیان، سنت اور بدعت میں فرق کرنا، حدیث کا مقام اور انکارِ حدیث کے نتائج، اسلاف کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کر کے ان کے فہم و تقویٰ پر اعتماد کی تلقین، آزادئ فکر اور فقہاء پر زبانِ طعن دراز کرنے کی مذمت، مروجہ بدعات کی تردید وغیرہ وغیرہ کتنے ہی محاذوں پر آپ نے حفاظتِ دین کا مقدس فریضہ سرانجام دیا۔ درس و تدریس چونکہ آپ کا مستقل مشغلہ رہا تھا۔ لہٰذا احادیث پر محققانہ کلام، راویانِ حدیث کی جرح و تعدیل اور موضوع پر وسیع مطالعہ آپ کی کتب کا امتیاز ہے۔ قرآنِ عزیز اور حدیث شریف کی طویل المدت خدمت کے دوران بے شمار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔ آپ کا دورۂ تفسیر ملک کے چند گنے چنے تفسیری دوروں میں شمار ہوتا تھا۔ یہ تمام خدمات بحمد للہ کتابی صورت میں اور سی ڈیز اور کیسٹس کی شکل میں محفوظ ہیں اور لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کی تصانیف کی ایک طویل فہرست ہے جن کا فرداً فرداً نام لینا مشکل ہے۔ البتہ تسکین الصدور، راہِ سنت، ازالۃ الریب، مقامِ ابوحنیفہ وغیرہ چند ایسی کتب ہیں جنھیں معاصر علماء کا خاص اعتماد حاصل رہا ہے اور جن کا مطالعہ ازحد مفید ہے۔ اکابر اہل علم کو آپ کی تحقیق پر جو اعتماد تھا وہ ایک نظر تصانیف پر تقاریظ کو دیکھ لینے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ نے حضرت کی کسی تصنیف پر تقریظ میں لکھا ہے کہ کتاب کے مستند ہونے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ یہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کی تصنیف ہے۔ آپ کا طرزِ تحریر عالمانہ شان

کا اعتدال لیے ہوئے ہے۔ بقول حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم ہمارے تمام بزرگوں کی تعلیمات کا خلاصہ نکالا جائے تو وہ ''اعتدال'' ہے۔ یہ اعتدال حضرت کی تصانیف میں نمایاں ہے۔ مبتدعین پر ردّ کرتے ہوئے آپ عامیانہ لہجہ اختیار کرنے اور ذاتیات پر حملہ کرنے کی بجائے عالمانہ وقار کو برقرار رکھتے ہیں اور قولاً لیّناً (نرم لہجہ) کے اس اصول پر عمل کرتے ہیں جو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف مبعوث کرتے ہوئے سکھلایا گیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ اور تمام محققین علماء دیوبند کی تحریروں میں اعتدال موجود ہے۔ ایسی جذباتیت سے جو فریقِ مخالف کو سمجھنے کی بجائے متنفر کر دیں۔ ان کی تحریریں عاری ہیں۔ البتہ مداہنت بھی ان کے ہاں نہیں کہ اصولِ صحیحہ کو ہی بیان نہ کریں بلکہ جہاں اس کی ضرورت پڑی، انھوں نے اسے دینی ضرورت سمجھ کر بیان کیا ہے۔

حضرت کی یادگار میں ان کی اولاد بھی شامل ہے جو دینی خدمات کی بدولت اپنی مستقل ایک پہچان رکھتے ہیں اور قائدانہ کردار کے حامل ہیں۔ ان کے علاوہ علمی و روحانی سلسلے سے وابستہ افراد کی بھی ایک بڑی تعداد ہے جو آپ کے لیے بہت بڑا صدقۂ جاریہ ہے۔ حضرت کی وفات گو خود آپ کے لیے تو تحفہ ہے کہ یہ محبوبِ حقیقی کے وصال کا ذریعہ ہے۔ لیکن آپ کے اٹھ جانے سے علم و عمل کی دنیا میں ایک خلا پیدا ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اعلیٰ علیّین میں جگہ نصیب فرمائے اور امت کو آپ کا بہترین بدل نصیب فرمائے۔ (آمین)

قارئین توجہ فرمائیں

قارئین کی طرف سے اکثر یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ ہمیں سالانہ چندہ ختم ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور رسالہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس شکایت کے ازالے اور قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتا کے اوپر مدت خریداری درج کر دی گئی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ درج شدہ مدت کے مطابق اپنا سالانہ چندہ ارسال کر کے اگلے سال کی تجدید کرا لیں۔ اکثر قارئین کا زرِ تعاون سالانہ دسمبر ۲۰۰۸ء میں ختم ہو چکا تھا۔ کئی قارئین نے سالانہ چندہ ارسال کر کے نئے سال کی تجدید کرا لی ہے۔ جن کا چندہ وصول نہیں ہوا، اس کے باوجود اپریل ۲۰۰۹ء کا شمارہ انھیں بھی ارسال کیا جا رہا ہے۔ براہِ کرم جون میں ہی اپنا سالانہ زرِ تعاون ۲۰۰ روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرا لیں۔ بصورت دیگر آئندہ شمارے کے لیے معذرت! (سرکولیشن مینجر)

''نقیب ختم نبوت'' کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

قابل رشک......شیخ راحیل احمد مرحوم

سیف اللہ خالد

قابل رشک تھا وہ شخص جو کفر نگر قادیان میں پیدا ہوا، مرزا کی ذریت میں سے ''بہترین دماغوں'' نے اس کی تربیت کی۔ ۵۶ برس تک وہ بت کدہ ربوہ کی خدمت کرتا رہا، مگر جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو سچا عاشق رسول تھا۔ ختم نبوت کا ایسا مجاہد کہ جس نے مرزائیت کے ایوانِ باطل میں زلزلہ بپا کیے رکھا۔ جو کچھ سیکھا تھا وہ ختم نبوت کے دفاع میں استعمال کیا۔ مرزائی شاطروں کے داؤ پیچ، ان کا انداز، ان کی مہارت بالآخر ختم نبوت کے کام آئی اور ۵۶ برس کی غفلت کی زندگی کے آخری ۶ برسوں میں انھوں نے یوں کفارہ ادا کیا کہ آنکھیں حیرت واستعجاب سے پھٹی رہ گئیں۔ بڑے بڑے دعویدار انگشت بدنداں سوال کرتے پائے گئے کہ جب ختم نبوت کے محاذ کی وارث شخصیات اور تنظیمیں اپنے کام سے غافل ہیں تو اس ایک شخص نے اتنا کام کس طرح کر دیا اور وہ بھی یورپ میں بیٹھ کر۔ دراصل انھیں وقت پر کام نمٹانے کی جلدی تھی۔ اپنے حصے کا بوجھ اٹھانے کی جلدی تھی۔ کوئی ایک ہفتہ قبل ہی مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل برادرم عبداللطیف خالد چیمہ سے کہنے لگے: ''گواہ رہنا کہ میں مرزا کا کفر اور دجل بے نقاب کر کے اس حال میں دنیا سے جارہا ہوں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا ادنیٰ سپاہی'' اور پھر کہا: ''یار دعا کرو کہ رب صرف اتنی مہلت دے دے کہ ردّ مرزائیت کے سلسلے میں جو دو چار مضامین لکھنا باقی ہیں وہ مکمل کرلوں۔'' اور پھر کل جرمنی سے خبر آگئی کہ وہ چلا گیا۔ اپنے حصے کا کام نمٹا کر شیخ راحیل نے ابدی زندگی کا سفر اختیار کرلیا۔

یقیناً موت کا ایک وقت متعین ہے۔ وہ لمحہ جو قبر میں لکھا ہے اسے ٹالنا ممکن نہیں اور اس طرح اس لمحہ سے قبل کسی کی زندگی ختم کرنا بھی کسی کا اختیار نہیں۔ البتہ رب نے ایک اختیار ضرور دے دیا ہے کہ جتنی مہلت دستیاب ہے اسے پوری طرح استعمال کیا جائے۔ اس حوالے سے شیخ راحیل خوش قسمت انسان تھے کہ ۲۱ راگست ۲۰۰۳ء کو قبولِ اسلام کے بعد وہ مطمئن نہیں ہو بیٹھے بلکہ تیغ براں بن کر عالم مرزائیت پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اندر کے آدمی تھے۔ خالصتاً اس مقصد کی خاطر تربیت یافتہ مرزائیت کے کفر کو بھی جانتے تھے اور اس کفر کے دفاع کی صورتوں سے بھی آگاہ تھے۔ انھوں نے یوں تاک تاک کر نشانے لگائے کہ غنیم ہراساں ہو کر رہ گیا اور پھر مشاہدے کی بات ہے کہ یکے بعد دیگرے گروہ در گروہ لوگوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں پناہ لی۔

بہر حال وہ کوئی عام آدمی نہیں تھے۔ ۸ برس کی عمر میں انھیں قادیانی بچوں کی جماعت کا ذمہ دار بنا دیا گیا اور پھر وہ مرکزی سطح پر اہم ترین لوگوں میں شمار ہونے لگے۔ جرمنی میں قادیانی جماعت کی ذیلی تنظیم ہیومینٹی فرسٹ کے ذمہ دار تھے۔ ۲۰۰۳ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا مشاق کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے کالی کملی والے نبی آخر الزماں صلی اللہ

علیہ وسلم کے غلاموں کی صف میں شریک ہوگئے۔ ان کی اہلیہ، بچے اور داماد بھی ان کے ساتھ ہی اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف آ گئے۔ البتہ ایک بات کا انھیں آخر تک قلق رہا کہ والدہ نے ان کی بات قبول نہیں کی۔ وہ اب بھی اپنے مذہب پر کاربند چناب نگر میں مقیم ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ انھیں بھی ہدایت سے نوازے۔

شیخ راحیل ۲۰۰۴ء میں لاہور تشریف لائے تو ملاقات ہوئی۔ ایک تفصیلی نشست، جس میں انھیں سمجھنے اور ان کی سوچ کو پرکھنے کا موقع ملا۔ جب بار بار میرے منہ سے لفظ مرزا ملعون سنا تو بولے ''ملعون ہونے میں تو شک نہیں، وہ شخص نبی تو کیا، ایک شریف آدمی کہلوانے کے قابل بھی نہیں مگر داعی کو یہ انداز نہیں بھاتا۔ اس طرح سے بھٹکے ہوئے اور گمراہ لوگوں کو دین کی دعوت نہیں دی جاسکتی۔ وہ سنیں گے ہی نہیں۔ اس لیے اب آپ لوگوں کو انداز بدلنا چاہیے۔ مرزائیوں کو دعوتِ دین کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ان کا مؤقف تھا کہ اگر ہم جدید اسلوب میں اپنی بات پہنچانے کی صلاحیت اختیار کرلیں تو بہت سے لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھائی دے سکتا ہے۔ وہ آخر وقت تک ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے احباب کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ یہ انٹرنیٹ کا دور ہے۔ کانفرنس وجلسہ بھی ضروری ہے مگر اس دور کے تقاضوں کے مطابق اگر نئی قادیانی نسل کے ذہنوں پر دستک دی جائے تو بہت سوں کو گمراہی سے بچایا جاسکتا ہے۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ اس مقدس مشن کی دعویدار شخصیات اور تنظیمات کو اور بہت سے بکھیڑے ہیں اور ویسے بھی لوگ تعزیتی مضمون کو بھی طنزیہ جگت بازی کے آزار سے نہ بچاسکیں، انھیں یہ باریک بات کس طرح سمجھ آسکتی ہے۔ لہٰذا انھوں نے بہت اچھی راہ اختیار کی کہ اس پر آزردہ ہونے کے بجائے اپنی راہ خود تلاش کی اور قلم کو تلوار بنا کر جہاد میں جت گئے۔ ان کی تربیت، آئیڈیاز کی تخلیق، منصوبہ بندی اور حالات کے مطابق دعوتی کام کا طریقہ متعین کرنے کے ماہر کے طور پر ہوئی تھی۔ لہٰذا انھوں نے اپنی ان صلاحیتوں کو خوب خوب استعمال کیا۔ مرزائیوں کے حالیہ سربراہ مرزا مسرور (مفرور پڑھنا بھی غلط نہ ہوگا) کے نام تین خطوط ان کی مہارت کا شاہکار ہیں۔ ان تینوں خطوط میں انھوں نے مرزائیت کا وہ بھرکس نکالا ہے کہ باوجود ذاتی تعلق کے مسرور کو جواب کی ہمت نہیں ہوئی اور پھر ان خطوط کو انگریزی اور اردو میں شائع کروا کر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کرنا بھی ان کا فیصلہ تھا۔ خصوصاً قادیانیوں تک پہنچانا بہت فائدہ مند رہا۔ آخری ایام میں ان کے تمام تحقیقی کام کو ''مقالاتِ راحیل'' کے نام سے شائع کرنے کا کام بھی تیزی سے جاری تھا مگر افسوس کہ وہ مقالات کی اشاعت تک مہلت نہ پاسکے۔ اب جلد ہی یہ اہم کتاب شائع ہوکر ان کے نامہ اعمال میں خیر کثیر کا سبب بنے گی۔

شیخ راحیل کی زندگی کا ایک اہم ترین پہلو ۱۹۷۴ء میں کراچی میں ان کی اپنی سابق جماعت کے لیے خدمات ہیں، جسے وہ اپنا زمانہ کفر یا زمانہ جاہلیت کہا کرتے تھے کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے ایام میں مرزائیوں نے ان کی ڈیوٹی کراچی میں لگا رکھی تھی، جہاں وہ دن بھر اس محاذ پر کام کرنے والی مسلمانوں کی دینی جماعتوں کے دفاتر میں پھرتے، کارکنوں سے ملتے اور ان کے مستقبل کے منصوبوں سے اپنی قیادت کو باخبر رکھتے۔ کاش ہماری دینی جماعتیں دشمن کے کام کرنے کے انداز کو سمجھیں اور اس کے مطابق جواب بھی دیں۔ مگر شاید یہ منزل ابھی دور ہے۔ سیاست کا چسکا اور شخصیت پرستی کا گھن جب تک لگا رہے گا کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔　　　(مطبوعہ: روزنامہ ''اُمت'' کراچی، ۱۹؍ مئی ۲۰۰۹ء)

اکھنڈ بھارت کا قادیانی عقیدہ

مولانا سہیل باوا (لندن)

اگست ۱۹۴۷ء سے قبل ایک طرف قیام پاکستان کے لیے پورے ہندوستان میں تحریک چل رہی تھی جبکہ دوسری طرف قادیانی جماعت کے خلیفہ دوم مرزا محمود ''اکھنڈ بھارت'' کا ڈنکا بجا رہا تھا اور یہ دُعا کر رہا تھا کہ ملک کا بٹوارہ نہ ہو اور اگر ملک تقسیم ہو بھی جائے تو اس کی کوشش یہ ہوگی کہ وہ کسی نہ کسی طرح دوبارہ متحد ہو جائے۔ یہ تھے قادیانی عزائم۔ چنانچہ مرزا محمود کی دُعا ملاحظہ فرمائیے:

''آخر میں، میں دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے رب! میرے اہل ملک کو سمجھ دے اور اول تو یہ ملک بٹے نہیں اور بٹے تو اس طرح بٹے کہ مل جانے کے راستے کھلے رہیں۔ اللّٰھم آمین۔'' (خاکسار مرزا محمود، جماعت احمدیہ قادیانی (۱۷/جون ۱۹۴۷ء)

(الفضل قادیان، ۱۹/جون ۱۹۴۷، تاریخ احمدیت، جلد ۱۰، ص ۳۶۹)

مرزا محمود کے ان عزائم کو جسٹس منیر نے، اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا:

''جب تقسیم ملک سے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا دھندلا سا امکان افق پر نظر آنے لگا تو احمدی آنے والے واقعات کے متعلق متفکر ہونے لگے ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے آغاز تک ان کی بعض تحریروں سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ انہیں پہلے سے انگریزوں کا جانشین بننے کی توقع تھی لیکن جب پاکستان کا دھندلا سا خواب مستقبل کی ایک حقیقت کا روپ اختیار کرنے لگا تو ان کو (قادیانی جماعت کو) یہ امر کسی قدر دشوار معلوم ہوا کہ ایک نئی مملکت کے تصور کو مستقل طور پر گوارا کر لیں۔ اُنہوں نے اس وقت اپنے آپ کو عجب گومگو کی حالت میں پایا ہوگا۔ کیونکہ نہ تو وہ بھارت کی غیر مذہبی ہندو مملکت کو اپنے لیے چن سکتے تھے نہ پاکستان کو پسند کر سکتے تھے۔ جس میں فرقہ بازی کے روا رکھے جانے کی کوئی توقع نہ تھی۔ ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کے مخالف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ملک تقسیم بھی ہو گیا تو وہ اسے دوبارہ متحد کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کی وجہ واضح طور پر یہ تھی کہ احمدیت کے مرکز قادیان کا مستقبل بالکل غیر یقینی نظر آ رہا تھا۔ جس کے متعلق مرزا صاحب بہت سی پیشگوئیاں کر چکے تھے۔'' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص ۲۰۹)

مرزا محمود ''اکھنڈ بھارت'' کو اللہ تعالیٰ کی مشیت قرار دیتا تھا اور اسے مرزا قادیانی کی بعثت کا تقاضا کہتا تھا۔

چنانچہ ۳؍اپریل ۱۹۴۷ء (تقریباً قیام پاکستان سے ساڑھے چار ماہ قبل) چودھری ظفراللہ خان کے بھتیجے کے نکاح کے موقع پر مرزا محمود نے اپنا ایک رؤیا (خواب) کی تعبیر اور اس سلسلے میں مرزا قادیانی کی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے چودھری ظفر اللہ خان کی موجودگی میں کہا کہ:

''(مرزا محمود) نے فرمایا جہاں تک میں نے اُن پیشینگوئیوں پر نظر دوڑائی ہے جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی ہندوستان کے متعلق ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بعثت سے وابستہ ہے غور کیا ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہئے۔

حقیقت یہی ہے کہ ہندوستان جیسی مضبوط بیس جس قوم کو مل جائے اس کی کامیابی میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مشیت سے کہ اُس نے احمدیت کے لیے اتنی وسیع بیس مہیا کی ہے پتہ لگتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کو ایک اسٹیج پر جمع کرنا چاہتا ہے اور سب کے گلے میں احمدیت کا جوا ڈالنا چاہتا ہے اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اُٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں تا کہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں بیشک یہ کام بہت مشکل ہے مگر اس کے نتائج بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تا کہ احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کرے۔ چنانچہ اس رؤیا (خواب) میں اس طرف اشارہ ہے ممکن ہے کہ عارضی طور پر کچھ افتراق ہو اور کچھ وقت کے لیے دونوں قومیں جدا جدا رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔'' (روزنامہ الفضل قادیان، ۵؍اپریل، ۱۹۴۷)

''میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے لیکن قوموں کی غیر معمولی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے تو یہ اور بات ہے...... اسی طرح ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ یہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائے۔'' (میاں محمود خلیفہ، ربوہ الفضل، ۱۶؍مئی ۱۹۴۷ء)

مرزا محمود ''اکھنڈ بھارت'' کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''ہم دل سے پہلے بھی ایسے اکھنڈ ہندوستان کے قائل تھے۔ جس میں مسلمان کا پاکستان اور ہندو کا ہندوستان برضا و رغبت شامل ہوں اور اب بھی ہمارا یہی عقیدہ ہے۔ بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ ساری دنیا کی ایک حکومت قائم ہوتا کہ باہمی فسادات دور ہوں اور انسانیت بھی اپنے جوہر دکھانے کے قابل ہو۔ مگر اس کو آزاد قوموں کی آزاد رائے کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔ جبر اور زور سے کمزور کو اپنے ساتھ ملانے سے یہ مقصد نہ دنیا کے بارہ میں پورا ہو سکتا ہے اور نہ ہندوستان اس طرح اکھنڈ ہندوستان بن

سکتا ہے۔'' (تاریخ احمدیت، جلد ۱۰، ص ۲۷۶)

(مرزا محمود کا یہ خطبہ نکاح "خطبات محمود" سے اب حذف کیا جا چکا ہے)

پاکستان اور مسلم لیگ:

قادیانی خلیفہ دوم مرزا محمود کا خطاب (۱۰/ اپریل ۱۹۴۴ء بعد نماز مغرب)

''ایک صاحب نے پاکستان کے متعلق سوال کیا کہ اس بارے میں حضور (مرزا محمود) کا کیا خیال ہے؟ حضور نے فرمایا۔ میں اُصولی طور پر اس کا قائل نہیں۔ میں سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا قادیانی) کو ہندوستان میں اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ سارا ہندوستان اسلام کے جھنڈے کے نیچے آجائے اور وہ احمدیت کی ترقی کے لیے ایک عظیم الشان بنیاد کا کام دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا قادیانی) کا ایک الہام ہے۔ ''آریوں کا بادشاہ'' (تذکرہ، ص ۴۸۴ تا ۳۸۲)۔ اگر ہم آریوں کو الگ کردیں اور مسلمانوں کو الگ۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا قادیانی) کا یہ الہام کس طرح پورا ہوسکتا ہے؟ پس ضروری ہے کہ ہندوستان کے سب لوگ متحد رہیں۔ اگر ہندوستان نے الگ الگ ٹکڑوں میں تقسیم ہوجانا تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا غلام اے قادیانی) پاکستان کے بادشاہ کہلاتے۔ آریوں کے بادشاہ نہ کہلاتے۔ پس بیشک مسلمان زور لگاتے ہیں جس مادی قسم کا پاکستان وہ چاہتے ہیں وہ کبھی نہیں بن سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ ایک ایسا ہندوستان ان کو ضرور دے گا۔ جس میں اکثریت مسلمانوں کی ہوگی اور اسی کے لیے ہم کوشاں ہیں۔ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ نے ملک کا اتحاد بلاوجہ نہیں کیا۔ اس میں ضرور کوئی بہت بڑی حکمت ہے۔ البتہ ہم پاکستان کی مخالفت بھی نہیں کرتے۔ کیونکہ ہندو قوم اتنی تشدد پسند ہوگئی ہے کہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی ہوا ضرور چاہئے۔ پس ان کے دماغوں کو درست کرنے کے لیے پاکستان کا ہوا ضروری ہے۔ ورنہ ذاتی طور پر ہمیں نہ پاکستان کی تائید کرنے کی ضرورت ہے نہ اس کی مخالفت کرنے کی ضرورت۔ کہتے ہیں کہ کسی بزرگ سے کوئی بات پوچھی گئی تو انھوں نے جواب دیا (نہ انکارے کنم نہ ایکارے کنم) یہی پاکستان کا حال ہے۔ ہم نہ اس کا انکار کرتے ہیں نہ اس کی مادی شکل کے لیے کوئی کام کرتے ہیں۔ ہم ایک روحانی پاکستان (یعنی اکھنڈ بھارت) کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ جب سارا ہندوستان مسلمان ہوجائے گا اور اکھنڈ ہندوستان ہی پاکستان کہلائے گا۔ اس طرح ہم ہندوؤں اور مسلمانوں کی موجودہ سیاسی الجھن کو دور کردیں گے اور دونوں کو پورا کردیں گے۔ ہندوؤں سے کہیں گے لو اکھنڈ ہندوستان اور مسلمانوں سے کہیں گے کہ لو پاکستان۔ مگر چند صوبوں کا نہیں بلکہ سارے ہندوستان کا۔

......دنیا کی فتح کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ فاتح قوم ایسے ملک سے تعلق رکھتی ہو۔ جس کی

بڑی بھاری آبادی ہو۔ احمدیت چونکہ سب جگہ پھیلے گی اور تمام دنیا پر احمدیت کی تعلیم کا مرکز اللہ تعالیٰ نے ہندوستان بنا دیا اسی لیے حضرت مسیح موعود...... (مرزا قادیانی) نے تحریری فرمایا ہے کہ جماعت کا مرکز ہمیشہ قادیان رہے گا......لوگ ان مسائل کو سمجھنے کے لیے قادیان کی طرف ہی رجوع کریں گے۔ پس قادیان چونکہ تمام دنیا کا مرجع بننے والا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کا ماحول بھی نہایت وسیع ہو...... پاکستان قائم کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ نہیں۔ اکھنڈ ہندوستان میں ہے۔ ہمیں ہندوستان کا ایک ٹکڑا نہیں چاہیے۔ ہم سارے ہندوستان پر نظر رکھتے ہیں اور انشاء اللہ ایک دن اس کو لے کر رہیں گے......پس یہ ایک مشغلہ ہے جو چند تعلیم یافتہ (یعنی قائداعظم اور ان کے ساتھیوں کا) لوگوں نے اختیار کیا ہوا ہے۔ ہماری جماعت کے دوستوں کو ایسے معاملات (تحریک پاکستان) میں دلچسپی نہیں لینی چاہیے۔''

(روزنامہ الفضل قادیان، مورخہ ۸/ جون ۱۹۴۴ء، جلد ۳۲، نمبر ۱۳۳، ص ۱)

یہ تو تھے پاکستان کے بننے سے پہلے ''اکھنڈ بھارت'' کے قادیانی عزائم، لیکن قیام پاکستان کے بعد بھی قادیانی عزائم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ چونکہ ''قادیانی خلافت'' کا مرکز قادیانی جماعت سے جدا ہو گیا اور وہ ہندوستان کا حصہ بن گیا اس لیے قادیان کو ہر حال میں ''چاہے صلح سے یا لڑائی اور جنگ سے'' حاصل کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا اور ایک مجلس مشاورت میں (قیام پاکستان کے بعد) قادیان کے حصول کے لیے ہر چھوٹی بڑی قربانی کرنے کی تیاری کا عہد کیا گیا۔ وہ عہد نامہ ملاحظہ فرمائیے:

۲۷-۱۲۷ امان/ مارچ ۱۳۲۷ھ ۱۹۴۸ء کی مجلس مشاورت کے دوران حضرت مصلح موعود مرزا محمود نے نمائندگان جماعت سے حسب ذیل عہد لیا:

''میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے۔ میں اس کے اس حکم کو پورا کرنے کے لیے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل ہونے نہیں دوں گا اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیت میں ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لیے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لیے ہر چھوٹی بڑی قربانی کرنے کے لیے تیار رہیں اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما **اللّٰھم آمین**''۔

(الفضل، ۲۵/ مئی، ۱۹۴۸ء تاریخ احمدیت، جلد ۱۲، ص ۳۷۶)

قادیانی جماعت قادیان کو کس طرح حاصل کرے گی؟ قادیانی خلیفہ دوم مرزا محمود کا ''اعلان جنگ'' ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ''انڈین یونین چاہے صلح سے ہمارا مرکز (قادیان) ہمیں دے جاہے......اگر جنگ کے ساتھ ہمارے مرکز کی واپسی مقدر ہے تب بھی ضروری ہے کہ آج سے ہی ہر احمدی اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔'' (خطبہ جمعہ، ۱۲/

مارچ ۱۹۴۸ء الفضل ۳۰ر اپریل، ۱۹۴۹ء، ص ۴-۵، ماخوذ: جماعت احمدیہ کی مقدس بستی قادیان دارالامان، ص ۲۸)

(۲) ''دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے اصل مرکز۔ قادیان سے دوامی طور پر جدا نہیں کرسکتی۔ ہم نے خدائی ہاتھ دیکھے ہیں اور آسمانی فوجوں کو اُترتے دیکھا ہے۔ اگر ساری طاقتیں بھی خدائی تقدیر کا مل کر مقابلہ کرنا چاہیں تو وہ یقیناً ناکام رہیں گی اور وہ وقت ضرور آئے گا جب قادیان پہلے کی طرح پھر جماعت احمدیہ کا مرکز بنے گا خواہ صلح کے ذریعہ ایسا ظہور میں آئے۔ یا جنگ کے ذریعے۔ بہرحال یہ خدائی تقدیر ہے جو اپنے معین وقت پر ضرور پوری ہوگی۔ قادیان ملے گا اور ضرور ملے گا۔'' (تقریر سالانہ جلسہ، ۱۶ر اپریل ۱۹۴۹، الفضل ۲۰ر اپریل ۱۹۴۹، ص ۴، ماخوذ از جماعت احمدیہ کی مقدس بستی قادیان دارالامان، ص ۳۷)

مندرجہ بالا دو اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت ''قادیان دارالامان'' ہر حال اور ہر صورت میں چاہے پاکستان کو داؤ پر بھی لگانا پڑے حاصل کرنے کے درپے ہیں۔ سوال کیا جاسکتا ہے کہ آخر قادیانی جماعت اپنے لیے قادیان حاصل کرنا کیوں ضروری سمجھتی ہے یہ اس لیے کہ ''قادیان'':

☆......قادیانی گروہ کا ایک ''مقدس شہر'' ہے۔

☆......یہ اس کے رسول (یعنی مرزا غلام اے قادیانی) کا تخت گاہ ہے۔ (دافع البلاء، روحانی خزائن، جلد ۱۸، ص ۲۳۰)

☆......یہ مرزا قادیانی کی ''جنم بھومی'' اور اس کا ''مرگھٹ'' بھی ہے۔

☆......یہیں مرزا قادیانی نے نبوت و رسالت کا شیطانی دعویٰ کیا تھا۔

☆......اس شہر کا ذکر بقول مرزا قادیانی کے قرآن میں درج ہے۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد ۳، ص ۱۴۰، حاشیہ)

☆......اس شہر میں آنا گویا ''نفلی حج'' سے ثواب زیادہ ملتا ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد ۵، ص ۳۵۲)

☆......زمین قادیان ''ارض حرم'' ہے۔　　(درثمین، ص ۵۲)

قادیانی خلیفہ دوم مرزا محمود کے مطابق:

☆......قادیان میں ''اللہ تعالیٰ نے ایک اور ظلی حج مقرر کیا'' ہے۔　　(خطبات محمود، جلد ۱۳، ص ۶۲۹)

☆......قادیان قادیانی گروہ کا دائمی مرکز ہے۔

☆......قادیان کو تمام دنیا کی بستیوں کی ام (ماں) قرار دیا گیا ہے۔

☆......قادیان کی فضیلت یہ ہے کہ اس کا دودھ تازہ اور مکہ مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ سوکھ گیا۔　(حقیقۃ الرؤیا، ص ۴۶)

قادیانی خلیفہ چہارم مرزا طاہر کے مطابق:

''اللہ تعالیٰ کی وہ تقدیر ظاہر ہوگی جب خلافت قادیان اپنی دائمی مرکز ''قادیان'' کو واپس پہنچے گی۔''

(الفضل انٹرنیشنل، ۳۰ر ستمبر ۲۰۰۵ء تا ۶ر جنوری ۲۰۰۶ء، ص ۲)

اب قادیانیوں کا یہ ''مقدس مقام'' قادیانی جماعت سے جدا ہوگیا اور اس کو ۶۲ سال بیت گئے۔ قادیانی،''

قادیان' جانے کے لیے مضطرب ہیں۔اسی لیے قادیان حاصل کرنے کے لیے ''اکھنڈ بھارت'' کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

اس کام کے لیے قادیانی گروہ کی قیادت نے قیام پاکستان سے لیکر اب تک اپنے اس مقصد کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔اور ہمیشہ پاکستان کے اندر بیٹھ کر، پاکستان کا کھا کر، پاکستان سے طاقت حاصل کر کے پاکستان کی تھالی میں ہی چھید کرتے رہے۔جب بھی انکو موقع ملا پاکستان کو غیر ملکی اثر ورسوخ میں جکڑنے کے لیے سازشوں میں حصہ دار بنے اور ہر ایسا موقعہ فراہم کیا کہ پاکستان ایک وقت میں آکر مجبور ہو جائے اور اس کے پاس اپنی خوداری، اپنی آزادی، اپنا دین، اپنی سیاست، اپنا سماجی نظام، اپنی تہذیب بچانے کے لیے کوئی راستہ نہ رہے۔آج پاکستان جس حالت میں پہنچا ہے۔اس کی بنیادیں قادیانی گروہ کے ہاتھوں ہی رکھی گئی ہیں اور ان دیواروں کے اُٹھانے میں بھی اس گروہ کا بڑا ہاتھ ہے۔کچھ واقعات کا نشاندہی کرتے ہیں

☆ سب سے پہلے باؤنڈری کمیشن کے سامنے قادیانیوں نے اپنا علیحدہ میمورینڈم پیش کیا اور اس میں گورداسپور اور ارد گرد کی آبادی کا ایسا نقشہ پیش کیا کہ مسلمان اکثریت میں ہوتے ہوئے بھی اقلیت بن گئے، جسکی وجہ سے اس تحصیل کو اور اسکے ساتھ ایسے علاقوں کو ہندوستان میں شامل کر دیا گیا جسکی وجہ سے ہندوستان کو کشمیر کا راستہ مل گیا۔

☆ سر ظفراللہ خان نے بطور پاکستان کے وکیل کے باؤنڈری کمیشن میں کیس کو بظاہر اس لیے اچھی طرح ہینڈل کیا کہ انھوں نے اپنی کتاب ''تحدیث نعمت'' میں لکھا ہے کہ انکو کافی پہلے ہی پتہ تھا کہ باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ کیا ہو گا فیصلہ کیا ہوگا، اس لیے جو بھی کہوں گا اسکا پاکستان کو کوئی فائدہ نہیں ہونا البتہ سر ظفراللہ نے وزارت خارجہ کا قلمدان سنبھالنے کے لیے سیاسی طور پر کچھ حمایتی پیدا کر لیے۔

سر ظفراللہ نے وزیر خارجہ بنتے ہی پاکستانی خارجہ پالیسیوں کی بنیادیں ایسی ٹیڑھی ترتیب دیں کہ آج ہماری خارجہ پالیسی ہی اس قوم کو تباہی کے دہانے پر لے آئی ہے۔سر ظفراللہ نے سامراجی طاقتوں کے ساتھ ملکر پاکستان کی خارجہ پالیس کے ہر کونے پر ایسے جال لگائے کہ پاکستان کا کوئی شعبہ بھی اس سے کے نتائج سے باہر نہ رہے۔مثلاً۔روس اور چین کو مکمل طور پر خارجہ پالیس میں نظر انداز کیا۔اقوام متحدہ میں سات سات آٹھ آٹھ گھنٹہ کی لگاتار تقریریں کر کے بظاہر ہمدردی کی آڑ میں مسئلہ فلسطین کا بیڑہ غرق کیا۔

☆ مسئلہ کشمیر کو بھی اسی طرح لمبی لمبی تقریروں سے اُلجھا دیا۔

☆ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ جب ۱۹۴۸ء میں کشمیر میں انڈیا کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی، اس سے قبل جیسے ہی پٹھانوں کے جتھے کشمیر میں داخل ہوئے۔ایک قادیانی خواجہ غلام نبی گُلکار نے بطور صدر آزاد کشمیر کے آزاد کشمیر کی حکومت کا اعلان حکومت پاکستان کے علم یا مشورہ کے بغیر کر دیا، جس کی وجہ سے ایسی قانونی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں کہ ان دھاگوں کے سرے ہی نہیں مل رہے۔اس کے کچھ دنوں بعد پھر باقاعدہ صدر اور حکومت کا اعلان ہوا۔

☆ مصر پر برطانیہ فرانس اور اسرائیل کے مشترکہ حملہ کے وقت بظاہر غیر جانبداری دکھائی، لیکن سیاسی، سفارتی سطح پر جارح ملکوں کا خاموشی سے ساتھ دیا۔ جس سے اسلامی ملکوں میں پاکستان کا وقار اور اثر رسوخ بے حد مجروح ہوا۔ اور بہت سے مسلم ممالک بدظن ہو گئے۔

پاکستان کو کمیونسٹ ممالک کے خلاف غیر ضروری طور پر امریکہ کے معاہدوں سیٹو اور سینٹو میں پھنسایا۔ حتیٰ کہ سنیٹو میں پاکستان بطور مبصر کے شامل تھا لیکن اس کے باوجود حکومت کی اجازت کے بغیر بطور ممبر دستخط کئے۔۔ کہا گیا کہ اس سے فوج کو اسلحہ ملے گا، لیکن نہ تو اتنا موثر اسلحہ لیا گیا، نہ ہی اتنی مقدار میں لیا گیا جو پاکستان کی دفاعی ضروریات پوری کرتا۔ پاکستان کے قیام کے بعد قادیانی جماعت کو بھی دھوکے میں رکھ کر قادیان کی اور دوسری فرضی جائدادوں کی زمین کے جعلی کلیم داخل کر کے سندھ اور بلوچستان میں بے تحاشہ زمین ایسی جگھوں پر الاٹ کروائیں جنکی سیاسی، اور دفاعی نقطہ نظر سے اہمیت ہے۔ سندھ میں اب بھی ان کی بے شمار سٹیٹیں ہیں، مثلاً محمود آباسٹیٹ، نصیر آباد سٹیٹ، بشیر آباد سٹیٹ وغیرہ وغیرہ۔

☆ مشرق پاکستان کی علیحدگی میں مرزا غلام اے قادیانی کے پوتے ایم ایم احمد کا بطور چیئر مین پاکستان پلاننگ کمیشن اور صدر ایوب کا انتہائی قریبی مشیر ہونے کی وجہ سے اسکو باور کروادیا کہ مشرقی پاکستان، مغرب حصہ کے لیے بوجھ ہے، اس طرح ایک ہمہ گیر کردار ادا کیا۔

☆ ۱۹۷۰ء کے انتخاب میں قادیانی جماعت نے ملک کے دونوں حصوں میں علاقائی پارٹیوں کو ہر طرح سے مدددی اور بعد میں ان پارٹیوں کے مذاکرات پر اثر انداز ہو کر اختلاف بڑھائے۔ جسکی وجہ سے سقوط مشرق پاکستان کا عمل تیز تر ہوا۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ یہ چند باتیں بطور نمونہ از خروارے ہیں، سب کچھ اس مختصر مضمون میں نہیں بیان ہوسکتا۔ لیکن ایک اہم بات کہ اکثر لوگ مرزا کو پنجابی نبی کہتے ہیں، کہ وہ پنجاب میں رہتا تھا اور ویسے بھی زیادہ تر اسکو پنجابیوں نے ہی قبول کیا ہے، لیکن حقیقت میں مرزا اُردو بولنے والے خاندان سے تھا، پھر اس کی شادی بھی دہلی میں ہوئی۔ اُس نے اور مرزا غلام اے قادیانی کی اولاد نے اپنے اور اپنے سُسر الی اُردو پس منظر کو دوسری ریشہ دوانیوں کی طرح بڑی چالاکی سے استعمال کرتے ہوئے اُردو بولنے والے انٹلکچوئل، ادبی، انتظامی، سیاسی، لوگوں میں اثر رسوخ بڑھایا۔ اور پاکستان میں چناب نگر کے بعد قادیانی گروہ کی سب سے زیادہ تعداد کراچی میں ہے اور اسکی اہمیت کے پیش نظر وہاں کا امیر بھی مرزا کے خاندان سے ہے۔ اپنے ان تعلقات اور سازشوں پر عمل کرتے ہوئے یہ جماعت کراچی کے عوام کی پاپولر جماعت کے نہ صرف انتہائی قریب ہیں بلکہ وہ اس جماعت کو کئی بار اپنی نہ دکھائی دینے والی سازشوں سے مذہبی جماعتوں کے ساتھ تنازعات میں کبھی اپنی مظلومیت اور کبھی انسانی حقوق اور کبھی مذہبی آزادی کے نام، ملوث کر چکے ہیں، اور ان کی سازشیں آج کل بہت تیز ہو چکی ہیں۔ ہماری کراچی کی مقبول سیاسی جماعتوں اور مذہبی جماعتوں بالخصوص اور دوسری تمام این جی اوز، سماجی تنظیموں اور چھوٹی سیاسی جماعتوں سے، دل کی گہرائی سے انتہائی دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ قادیانی

سازشوں پر ایک نظر رکھیں اور انکی اکھنڈ بھارت بنانے کی کوششوں میں کہیں لاشعوری طور پر شامل نہ ہو جائیں، یا بے خبری میں استعمال نہ ہو جائیں۔ کراچی میں اگر ایک بار بھی مذہبی جماعتوں کے درمیان، یا سیاسی پارٹیوں اور مذہبی جماعتوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی تو پھر ہمیں ڈر ہے کہ اللہ نہ کرے وہ پاکستان کے آخری دن ہوں گے۔ کیونکہ کراچی سے اُٹھے ہوئے شعلے پورے پاکستان کو بھسم کر دیں گے۔ اللہ پاکستان کو ہر سازش سے محفوظ رکھے۔ آمین!

قادیانی جماعت کے خلیفہ دوئم اور مرزا غلام اے قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے قیام پاکستان کے بعد، پاکستان میں پناہ حاصل کرنے کے بعد، ربوہ (اب چناب نگر) کی سینکڑوں ایکڑز مین گورنمنٹ سے ۲۵ روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے حاصل کرنے کے بعد، کیا بیان دیا؟ اس سے آپ ان کی نیت، ارادے، اور احسان شناسی کا اندازہ لگا لیں گے۔ مرزا بشیر الدین نے کہا:

> '' ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی اور اب بھی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تقسیم پاکستان اصولاً غلط ہے۔'' (روزنامہ الفضل/۱۲۔اپریل ۱۹۴۸ء)

قادیانی جماعت اس وقت سے اب تک اصول صحیح کرنے کی کوشش کر رہی ہے! اور اسکے لیے کس طرح تیاری کر رہی ہے اور بڑی حد تک تیاری کر بھی چکی ہے، انہی قادیانی خلیفہ صاحب کا ارشاد ہے، ''پاکستان میں اگر ایک لاکھ احمدی سمجھ لیے جائیں تو نویں ہزار (۹۰۰۰) احمدیوں کو فوج میں جانا چاہئے......فوجی تیاری نہایت اہم چیز ہے، جب تک آپ جنگی فنون نہیں سیکھیں گے، کام کس طرح کریں گے۔'' (الفضل/۱۱۔اپریل ۱۹۵۰ء)

مندرجہ بالا دو اعترافات ہی بہت کچھ بیان کر رہے ہیں۔ پاکستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بعض خفیہ قوتیں ملک کے حصے بخرے کرنے میں سرگرم ہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ اس خطرہ کو من حیث القوم کوئی بھی محسوس کرنے کو تیار نہیں۔ اہل اقتدار کی ذمہ داری اس سلسلے میں سب سے زیادہ ہے۔ اہل اقتدار کو ''اکھنڈ بھارت'' کے قادیانی عقیدہ کے حوالہ سے بھی اس بات کا کھوج لگانا ہے کہ پاکستان کو غیر مستحکم کرنے میں قادیانی جماعت کا کتنا حصہ ہے؟

اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
25 جون 2009ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

قادیانیت: آئین وقانون کیا کہتا ہے؟

محمد متین خالد

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی یا نیا نبی نہیں آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ کافر، مرتد، زندیق اور واجب القتل ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیات مبارکہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریباً دو سو دس احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس بات پر ایمان ''عقیدۂ ختم نبوت'' کہلاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کی موجودگی میں کسی نبی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟ یہ رشد وہدایت کے دو سرچشمے ہیں جو قیامت تک عالم اسلام کو سیراب کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی مدعی نبوت کا آنا گمراہی ہے۔

مسلمانان عالم کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر اجماع اور عقیدۂ جہاد 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد اسلام دشمن طاقتوں بالخصوص انگریزوں کے لیے سوہان روح بنا ہوا تھا اور ہے۔ ان کی شدید خواہش تھی اور ہے کہ کسی طرح کوئی ایسا اہتمام ہو جائے کہ مسلمانوں کے دل سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت اور جہاد کی روح دونوں ختم ہو جائیں، اب چونکہ ایک نبی کے حکم میں ترمیم وتنسیخ دوسرے نبی کے ذریعے ہی سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حکومت برطانیہ کی سرپرستی اور لالچ پر سیالکوٹ کی ضلع کچہری کے ایک منشی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ وہ گورداسپور (بھارت) کی تحصیل بٹالہ کے ایک پسماندہ گاؤں قادیان کا رہنے والا تھا۔ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے خود کو عیسائیت اور ہندو مخالف مناظر کی حیثیت سے متعارف کروایا اور مسلمانوں کی جذباتی اور نفسیاتی ہمدردیاں حاصل کیں۔ پھر مجدد، محدث، امتی نبی، ظلی نبی، بروزی نبی، مثیل مسیح اور مسیح موعود کا دعویٰ کرتے ہوئے انجام کار باقاعدہ امر ونہی کے حامل ایک صاحب شریعت نبی ہونے کے ادعا تک جا پہنچا۔ یعنی باقاعدہ نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کیا حتیٰ کہ اعلان کیا کہ وہ خود ''محمد رسول اللہ'' ہے۔ (نعوذ باللہ) پھر اس کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے کہا کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کی شکل میں دوبارہ ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کو بھیجا۔ مزید کہا کہ مرزا قادیانی خود ''محمد رسول اللہ'' ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں آیا۔ اس لیے ہمیں کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اب کلمہ

طیبہ میں ''محمد رسول اللہ'' سے مراد مرزا قادیانی ہے۔ قادیانی، آنجہانی مرزا قادیانی کو ''محمد رسول اللہ''، اس کی بیوی کو ''ام المومنین''، اس کی بیٹی کو ''سیدۃ النساء''، اس کے خاندان کو ''اہل بیت''، اس کے خاص مریدوں کو ''صحابہ کرام''، اس کی نام نہاد وحی و الہامات کو ''قرآن مجید''، اس کی گفتگو کو ''احادیث رسول''، اس کے شہر قادیان کو ''مکہ''، ربوہ کو ''مدینہ'' اور اس کے قبرستان کو ''جنت البقیع'' قرار دیتے ہیں۔ بلاشبہ یہ سب باتیں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بلکہ فاسق و فاجر مسلمان کے لیے بھی ناقابل برداشت ہیں اور اس کرۂ ارض پر کوئی بے حمیت مسلمان ایسا نہیں جو کسی سے ایسی گستاخانہ باتیں سننا گوارا کرے۔ اسلام اور اس کی مقدس شخصیات کے خلاف قادیانیوں کی گستاخیوں اور ہرزہ سرائیوں کو اکٹھا کیا جائے تو کئی دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کی جانے والی بعض گستاخیاں ایسی ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا اور آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔

پوری ملت اسلامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قادیانی کافر، مرتد اور زندیق ہیں اور اس فتنہ کا استیصال اور قلع قمع کرنا ہر مسلمان کا اوّلین فریضہ ہے۔ پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام ایک خط میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا: ''قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔'' قادیانیوں کے کفریہ عقائد و عزائم کی بناء پر ملک کی منتخب جمہوری حکومت (پیپلز پارٹی) نے متفقہ طور پر 7 ستمبر 1974 کو انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین پاکستان کی شق 106(2) اور 260(3) میں اس کا اندراج کر دیا۔ جمہوری نظامِ حکومت میں کوئی بھی اہم فیصلہ ہمیشہ اکثریتی رائے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ دنیا کی تاریخ کا واحد واقعہ ہے کہ حکومت نے فیصلہ کرنے سے پہلے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو پارلیمنٹ کے سامنے اپنا نکتہ نظر پیش کرنے کے لیے بلایا۔ اسمبلی میں اس کے بیان کے بعد حکومت کی طرف سے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے قادیانی عقائد کے حوالے سے اُس پر جرح کی جس کے جواب میں مرزا ناصر نے نہ صرف مذکورہ بالا تمام عقائد و نظریات کا برملا اعتراف کیا بلکہ باطل تاویلات کے ذریعے ان کا دفاع بھی کیا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ قادیانی، پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلے کو تسلیم کرنے سے یکسر انکاری ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا کی کوئی حکومت، پارلیمنٹ یا کوئی اور ادارہ انہیں ان کے عقائد کی بناء پر غیر مسلم قرار نہیں دے سکتا بلکہ اُلٹا وہ مسلمانوں کو کافر اور خود کو مسلمان کہتے ہیں اور آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تسلیم نہیں کرتے۔

قادیانی پوری دنیا میں شور مچاتے ہیں کہ پاکستان میں ہم پر ظلم ہو رہا ہے۔ ہمارے حقوق غصب کیے جا رہے ہیں۔ ہمیں آزادی اظہار نہیں ہے۔ وہ کبھی اقوام متحدہ سے اپیلیں کرتے ہیں، کبھی یہودیوں اور عیسائیوں سے دباؤ ڈلواتے ہیں۔ حالانکہ ہم بڑی سادہ سی جائز بات کہتے ہیں کہ تم مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ نہ کہو۔ کلمہ طیبہ مسلمانوں کا ہے۔ تم اس پر قبضہ نہ کرو یعنی شراب پر زم زم کا لیبل نہ لگاؤ۔ لیکن قادیانی اس سے باز نہیں آتے بلکہ اپنے کفریہ عقائد و نظریات کی بھرپور تبلیغ و تشہیر کرتے ہیں۔

قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال اور اس کی توہین سے روکنے کے لیے 26 اپریل 1984ء کو حکومت

پاکستان نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے اور اپنے مذہب کے لیے اسلامی شعائر و اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے۔ اس سلسلہ میں تعزیراتِ پاکستان میں ایک نئی فوجداری دفعہ 298/C کا اضافہ کیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/C: ''قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے، اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔'' قادیانیوں نے اس پابندی کو وفاقی شرعی عدالت، لاہور ہائی کورٹ، کوئٹہ ہائی کورٹ وغیرہ میں چیلنج کیا جہاں انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ بالآخر قادیانیوں نے پوری تیاری کے ساتھ سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی کہ انھیں شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ جو جناب جسٹس عبدالقدیر چوہدری صاحب، جناب جسٹس شفیع الرحمٰن، جناب جسٹس محمد افضل لون صاحب، جناب جسٹس سلیم اختر صاحب، جناب جسٹس ولی محمد خاں صاحب پر مشتمل تھا، نے اس کیس کی مفصل سماعت کی۔ دونوں اطراف سے دلائل و براہین دیے گئے۔ اصل کتابوں سے متنازع ترین حوالہ جات پیش کیے گئے۔ یہ بھی یاد رہے کہ سپریم کورٹ کے یہ جج صاحبان کسی دینی مدرسہ یا اسلامی دارالعلوم کے مفتی صاحبان نہیں تھے بلکہ انگریزی قانون پڑھے ہوئے تھے۔ ان کا کام آئین و قانون کے تحت انصاف مہیا کرنا ہوتا ہے۔ فاضل جج صاحبان نے جب قادیانی عقائد پر نظر دوڑائی تو وہ لرز کر رہ گئے۔ فاضل جج صاحبان کا کہنا تھا کہ قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جبکہ دھوکہ دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کسی کے حقوق سلب ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ کے تاریخی فیصلہ ظہیرالدین بنام سرکار، (1993 SCMR 1718) کی رو سے کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C اور 298-C کے تحت سزائے موت کا مستوجب ہے۔ اس کے باوجود قادیانی آئین، قانون اور اعلیٰ عدالتی فیصلوں کا مذاق اڑاتے ہوئے خود کو مسلمان کہلواتے، اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے، گستاخانہ لٹریچر تقسیم کرتے، شعائر اسلامی کا تمسخر اڑاتے اور اسلامی مقدس شخصیات و مقامات کی توہین کرتے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ قادیانیوں کی ان آئین شکن، خلاف قانون اور انتہائی اشتعال انگیز سرگرمیوں پر قانون نافذ کرنے والے ادارے مجرمانہ غفلت اور خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں جس سے بعض اوقات لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔ خود سپریم کورٹ کے فل بنچ نے اپنے نافذ العمل فیصلہ میں لکھا:

''ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ رسول اکرمؐ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا

کی ہرمحبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔“ (”صحیح بخاری“ ”کتاب الایمان“، ”باب حب الرسول من الایمان“) کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو موردالزام ٹھہراسکتا ہے۔ اگر وہ ایسا دل آزار مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟ ہمیں اس پس منظر میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر قادیانیوں کے علانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے، جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا علانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ”رشدی“ (یعنی رسوائے زمانہ گستاخ رسول ملعون سلمان رشدی جس نے شیطانی آیات نامی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے حد توہین کی) تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی قادیانی سر عام کسی بلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ علانیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز نقض امن عامہ کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔“ ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں۔“ (ظہیرالدین بنام سرکار 1993 SCMR 1718ء)

آئین، قانون اور عدالتی فیصلوں کے باوجود قادیانی تقریر و تحریر، جلسہ و جلوس، لٹریچر کی تقسیم اور اپنے اجتماعات منعقد کر کے اسلامی اصطلاحات کو استعمال کرتے اور شعائر اسلامی کی توہین کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہیں انتظامیہ کی مکمل سرپرستی حاصل رہتی ہے۔ بہت کم افسران ایسے ہیں جو تعزیرات پاکستان میں موجود قادیانیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں پر پابندی کی دفعہ 298/C اور اس کی عدالتی تاریخ سے واقف ہوں۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے کہ پورے پاکستان میں شاید ایک بھی افسر ایسا نہیں جس نے قادیانیوں کی طرف سے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتماعی اور مسلسل ارتکاب پر سپریم کورٹ کے اس مذکورہ تاریخی فیصلہ کے مطالعہ کی زحمت گوارہ کی ہو جو پاکستان میں امن وامان قائم کرنے میں ایک سنگ میل ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ فیصلہ اس وقت قانون کی بھاری کتابوں میں تو موجود ہے مگر آج تک اس کے کسی ایک جز پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ اس سے بھر کر قانون کے ساتھ اور کیا شرمناک مذاق ہوسکتا ہے؟ حکومت اگر پارلیمنٹ اور قانون کی بالادستی پر یقین رکھتی ہے تو وہ قادیانیوں کو آئین قانون اور عدالتی فیصلوں کا پابند کرے تاکہ کہیں بھی لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا نہ ہو۔

شیخ راحیل احمد مرحوم کا مضمون۔ضروری وضاحت

''نقیبِ ختم نبوت''، مئی ۲۰۰۹ء کے شمارے میں سابق قادیانی اور نومسلم جناب شیخ راحیل احمد مرحوم کا ایک مضمون بعنوان ''مرزا صاحب کی گل افشانیاں'' شائع ہوا۔ جس میں انھوں نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد، مکروہ شخصیت اور باطل خیالات کا نقد و تجزیہ خود مرزا کی کتابوں سے پیش کر کے اُسے ایک گمراہ، کذاب اور مرتد شخص ثابت کیا۔

لیکن صفحہ ۲۶ پر ''اظہارِ ندامت'' کی سرخی کے تحت معروف اہل حدیث عالم حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں چند نامناسب جملے اُن کے قلم سے نکلے۔ جو کسی بھی اعتبار سے درست نہیں۔ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کا اس سے تعلق تھا مگر مرزا کے ارتکابِ کفر وارتداد کے بعد انھوں نے نہ صرف اس تعلق کو ختم کیا بلکہ اپنے رسالہ ''اشاعت السنۃ'' میں مرزا قادیانی کے ردّ میں کئی مضامین تحریر فرمائے۔ ''خیالی مسیح اور اُس کے فرضی حواری سے گفتگو''، ''مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارے میں چند سوالات'' کے علاوہ مولانا بٹالویؒ کی متعدد تحریریں شائع ہوئیں۔

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے بارے میں شیخ راحیل احمد مرحوم کے تنقیدی جملے اُن کے ذاتی خیالات تھے جو لاعلمی کی بنیاد پر اُن کے قلم سے نکلے۔ اُن سے ہم اتفاق نہیں کرتے۔ دوسرا یہ کہ شیخ صاحب کا مضمون بغیر دیکھے شائع ہوگیا۔ اس فروگزاشت پر ہم اپنے تمام قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

بعض قارئین نے سوال اٹھایا ہے کہ مضمون میں مرزا قادیانی کو ''مرزا صاحب'' لکھا گیا ہے۔ جبکہ وہ اس احترام کا کسی طور پر مستحق نہیں۔ ہم اپنے قارئین سے مکمل اتفاق کرتے ہیں۔ یہ مضمون نگار کا اندازِ تحریر ہے، مرزا کا احترام قطعاً مقصود نہیں۔

آخری بات شیخ راحیل احمد مرحوم کے بارے میں۔ یہ کہ وہ سابق قادیانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان کی دولت سے مالا مال کیا اور حضور خاتم الانبیاء محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نعمت سے سرفراز کیا۔ گزشتہ ماہ اُن کا مضمون شائع ہوا تو وہ حیات تھے۔ ۱۵ر مئی کو جرمنی میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ وہ زندہ ہوتے تو خود وضاحت فرماتے۔ اب اُن کی طرف سے ہم نے وضاحت کر دی ہے۔ احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ شیخ صاحب مرحوم کے لیے مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● **ہفت اقلیم**　　مصنف: محمد اسحاق بھٹی

ضخامت: ۵۰۱ صفحات　قیمت: درج نہیں　　ناشر: مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور

محمد اسحاق بھٹی برصغیر کے نام ور اور قابل احترام اہل قلم ہیں۔ وہ بطور محقق، مؤرخ، مصنف، مترجم، سوانح نگار، خاکہ نگار اور صحافی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کی اب تک کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ انھوں نے ہر موضوع پر لکھا ہے۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ وہ کبھی متنازعہ نہیں ہوئے۔ ہر مکتبہ فکر انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

''حرفِ چند'' میں بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

> ''میں نے ان سات اقلیموں میں سے اپنے مطابق ہر اقلیم کے ہر پہلو سے قارئین کو روشناس کرانے کی کوشش کی ہے۔ نہ کسی پر تنقید کی ہے اور نہ کسی کو معصوم قرار دے کر عرشِ معلیٰ پر بیٹھنے کا مستحق قرار دیا ہے۔''

ان ''ہفت اقلیم'' کے اسمائے گرامی اس ترتیب میں ہیں: (۱) سید ابوالاعلیٰ مودودی (۲) علامہ احسان الٰہی ظہیر (۳) غازی محمد دھرم پال (۴) مولانا محمد اسحاق چیمہ (۵) مولانا محمد یحییٰ شرق پوری (۶) حکیم محمد عبداللہ روڑی والے (۷) مولانا عبدالقادر رائے پوری

ان شخصیات کے بارے میں لکھتے ہوئے بھٹی صاحب کو یہ احساس بھی ہے کہ ممکن ہے ان سے اتفاق نہ کیا جائے۔ اس خدشے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ممکن ہے بعض حضرات میری بعض گزارشات سے اتفاق نہ کریں۔ میں ان کے نقطۂ نظر کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن میں نے جو کچھ لکھا ہے اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں لکھا ہے۔ کوئی دوسرا اس سے کیا اثر لیتا ہے۔ اس کا تعلق اس کے علم و مطالعہ سے ہے۔''

مولانا مودودی کا خاکہ دراصل پوری جماعت اسلامی کا خاکہ ہے۔ اس میں میاں طفیل محمد کا دلچسپ انداز میں ذکر کیا گیا ہے:

> ''میاں طفیل محمد نے تو ایک دفعہ نہایت عجیب و غریب نکتہ بیان فرمایا تھا۔ ارشاد ہوا تھا کہ جماعت اسلامی نے قیامِ پاکستان کی مخالفت نہیں کی تھی۔ مسلم لیگ کی مخالفت کی تھی۔ سبحان اللہ کیا عمدہ بات کہی۔ کیا قیامِ پاکستان کی تحریک اور مسلم لیگ دو الگ الگ چیزیں تھیں؟ سب کو معلوم ہے کہ اس وقت مسلم لیگ کی مخالفت، تحریک قیامِ پاکستان کی مخالفت تھی اور میاں صاحب کے بقول جماعت اسلامی نے یہ کارنامہ سرانجام دیا تھا۔''

''غازی محمود دھرم پال'' یہ خاکہ ایک دلچسپ داستان ہے۔ عبدالغفور نامی ایک شخص نے ہندو مذہب اختیار کیا اور اپنا نام دھرم پال رکھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری سے ملاقات کے بعد دھرم پال راہِ راست پر آ گیا اور اس نے پھر اسلام قبول کرلیا۔ اور اپنا نام غازی محمود دھرم پال رکھا۔

مولانا عبدالقادر رائے پوری کے بارے میں بھٹی صاحب نے بہت کم لکھا ہے۔ جب کہ دھرم پال کا ذکر بہت تفصیلی ہے۔ کچھ بزرگوں کا ذکر حضرت رائے پوری کے ساتھ اکثر آتا ہے مگر وہ اس ''ہفت اقلیم'' میں نظر نہیں آئے۔ شاید وہ ان شخصیات کا ذکر آئندہ مضامین میں تفصیل کے ساتھ کرنا چاہتے ہوں گے۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی حضرت رائے پوریؒ سے ملاقات کے تذکرے میں ''اہل حدیث مکتب فکر میں بیعت کی روایت'' کا مجمل ذکر ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ مولانا غزنوی کس بزرگ سے بیعت تھے؟ محمد اسحاق بھٹی صاحب اس کی تفصیل بھی کہیں تحریر کردیں تو قارئین کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ میرے نزدیک یہ خاکے دراصل بھٹی صاحب کی خودنوشت سوانح کے اقتباسات ہیں۔ ایک شخصیت کے ساتھ بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ ان کا اندازِ بیان نہایت شائستہ ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر لکھتے ہیں:

> ''ہفت اقلیم'' ان کے خاکوں کا تازہ شاہکار ہے۔ اس ہفت خواں کی تسخیر میں وہ ادب و انشاء کے فطری اور فنی لوازم کے باعث کامیاب ٹھہرے ہیں۔ وہ اپنی عمرعزیز کی صد سالہ منزل کے آخری عشروں میں داخل ہو چکے ہیں۔ مگر ان کے اشہبِ قلم کی جواں سالی اور تازہ کاری خوانندگان کرام کو متاثر کرتی ہے۔''

بھٹی صاحب اس عمر میں ایسی شگفتہ داستانیں رقم کررہے ہیں۔ جو کہ نئی نسل کو ان دیکھے جہانوں کی سیر کراتی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں صحت کے ساتھ سلامت رکھے۔ تاکہ ان کی تازہ تحریریں پڑھنے کو ملتی رہیں۔

(تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● **ماہنامہ ''الشریعہ'' (خاص نمبر) مئی، جون ۲۰۰۹ء** رئیس التحریر: مولانا ابوعمار زاہد الراشدی مدیر: محمد عمار خان ناصر
ضخامت: ۱۶۰ صفحات　زرتعاون سالانہ: ۱۵۰ روپے　پتا: پوسٹ بکس نمبر ۳۳۱ گوجرانوالہ

پہلے تو میں ''الشریعہ'' کے سرپرست حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مرحوم کی وفات پر تعزیت کروں گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں ان کی مغفرت کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی آئندہ زندگی میں اُن پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔ آمین۔

زیرنظر خاص شمارہ اس لیے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں چند اہم موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ رئیس التحریر کے کلمۂ حق کا عنوان ہے۔ ''ارباب علم و دانش کی عدالت میں الشریعہ کا مقدمہ''۔ اس کے بعد اس شمارے کا پہلا حصہ ''آراء و افکار'' کے تمام مضامین کا تعلق دینی مدارس میں تدریس سے ہے۔ ان مضامین کو عمار خان ناصر، مولانا ابوعمار

زاہدالراشدی، مولانا مفتی محمد زاہد، مولانا مفتی برکت اللہ، قاضی محمد ادریس ایوبی نے لکھا۔ اور اس کے ساتھ '' آئی پی ایس کے زیر اہتمام مذاکرہ'' بھی اس میں شامل ہے۔

دوسرا حصہ ''مباحث ومکالمہ'' میں محمد عمار خان ناصر، مولانا فضل محمد، حافظ محمد زبیر اور محمد انور عباسی کے مضامین شامل ہیں۔ جنھیں پڑھ کر محسوس ہوتا ہے ان دنوں ''الشریعۃ'' میں بہت گرما گرمی ہے۔ عمار ناصر صاحب کی تحریریں بہت بھرپور اور توانا ہیں۔ ''وفاق المدارس'' دینی مدارس کا ایک امتحانی ادارہ ہے۔ اس ادارے کا ایک رسالہ بھی ''وفاق المدارس'' کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ عمار ناصر کا مضمون اسی حوالے سے ہے اور اس کا عنوان ''وفاق المدارس کا تبصرہ۔ چند معروضات'' ہے۔ دراصل الشریعہ میں ایک بحث ''حدود وتعزیرات'' کے موضوع پر چل رہی ہے۔ عمار ناصر صاحب لکھتے ہیں:

> ''تبصرہ نگار نے لکھا ہے کہ ''الشریعہ کی فائلیں دیکھ کر ہمیں دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے۔ مولانا زاہدالراشدی صاحب اس پلیٹ فارم پر اپنے اکابر کی راہ مستقیم سے الگ ہو رہے ہیں۔'' یہاں بنیادی سوال یہ ہے کہ اکابر کے طرزِ فکر'' سے مراد اور اس سے وابستگی کا معیار کیا ہے اور یہ بحث دلچسپی کا باعث ہوتی، اگر تبصرہ نگار یہ بتا سکتے کہ ان کے پاس وہ کون سا ریاضیاتی فارمولا ہے جو دو اور دو چار کی طرح یہ بتا سکے گا کہ کون سا فرد یا گروہ اکابر کی راہ پر گامزن ہے اور کون سا منحرف ہو گیا۔''

مزید لکھتے ہیں کہ:

> ''حدود وتعزیرات'' کے حوالے سے ہماری آراء پر ''وفاق المدارس'' کے تبصرے کی طرف۔ تبصرہ نگار نے لکھا ہے کہ ہم نے جن مسائل کو موضوع بنایا ہے، وہ مسلمہ اجماعی مسائل ہیں، اجتہادی نہیں ہیں۔'' مزید یہ کہ ہماری کتاب مغرب واہل استشراق کی طرف اسلامی حدود پر کیے گئے اعتراضات کو عملی جامہ پہنانے، انھیں اسلامی احکام کا لبادہ اوڑھانے اور پوری فقہ اسلامی کو مشکوک بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔'' تبصرہ نگار نے اس ضمن میں ارتداد کی سزا اور عورت کی نصف دیت جیسے معاملات کا بطور مثال ذکر کیا ہے۔''

میں یہ تو نہیں جانتا کہ یہ بحث مزید کتنا عرصہ چلے گی، لیکن اس بحث کا چلنا ضروری ہے۔ دونوں طرف سے مؤقف سامنے آ رہا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں۔ فہم وفراست رکھنے والے لوگ خلوصِ نیت سے لکھ رہے ہیں۔ ناصر صاحب کا اندازِ بیاں تھوڑا سا جذباتی ضرور ہے مگر یہ بھی خوبی کی بات ہے کہ ان کی تحریر میں تقریر کا رنگ آ جاتا ہے۔ علماء کرام کے درمیان بحث کو زندہ رہنا چاہیے۔ اس کا فائدہ ان لوگوں کو ہوتا ہے جو کہ دین کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کے ذہن میں سوال ابھرتے ہیں۔ جب کوئی سوال کرتا ہے تو اس پر شک کیا جاتا ہے۔ میں ذاتی طور پر اس بحث کو ایک صحت مندانہ روایت کے طور پر دیکھ رہا ہوں۔ مولانا راشدی ''کلمہ حق'' میں لکھتے ہیں:

> ''الشریعہ کے مدیر حافظ محمد عمار خان ناصر نے جو راقم الحروف کا فرزند ہے۔ اس فورم کو جناب جاوید احمد غامدی کے افکار کے فروغ کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور اس کے والد کے طور پر راقم الحروف بھی اس کا

معاون و پشت پناہ ہے۔''

میرا خیال ہے کہ راشدی صاحب کے بارے میں ایسی رائے قائم کرنا درست نہیں ہے۔ انھوں نے ہمیشہ علمی مکالمے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود ان کے بارے میں بھی الشریعہ میں نہایت سخت تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے بھی الشریعہ کی یہی روایت رہی ہے۔ لیکن اس بار بحث میں تلخی آ گئی ہے۔ اس سے اگر اجتناب کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

مولانا زاہد الراشدی ''الشریعہ'' کے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الشریعہ'' میں شائع ہونے والی کوئی بھی تحریر، خواہ وہ عزیزم حافظ محمد عمار خان ناصر سلمہ کی ہو یا کسی اور دوست کی، وہ مباحثہ کا حصہ تو ہو سکتی ہے لیکن الشریعہ کا موقف نہیں اور نہ ہی راقم الحروف کا موقف ہے۔''

اس موقف کے بعد اس موضوع پر مزید بحث کی گنجائش نہیں رہتی اور مولانا زاہد الراشدی کے احترام میں اضافہ ہوگا کہ انھوں نے اس علمی بحث میں بھی عدل کو قائم رکھا ہے۔ (تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● **تذکرہ وسوانح مولانا محمد حسن جان شہید رحمۃ اللہ علیہ**　مرتب: مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت: ۶۱۶ صفحات　قیمت: درج نہیں　ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ

شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان شہید رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب کی عظیم علمی، قومی اور سیاسی شخصیت تھے۔ وہ صوبہ سرحد ہی نہیں پورے پاکستان کے دینی حلقوں کے محبوب اور ہر دل عزیز تھے۔ ایک پُرعزم، باوقار، صاحبِ علم، قابل فخر مدرس اور سیاسی بصیرت کے حامل انسان تھے۔ درویش خدا مست اور جری و بہادر تھے۔ انھوں نے مدرسہ کی چٹائی پر بیٹھ کر وہ مقام حاصل کیا جو مال و دولت خرچ کر کے نہیں بلکہ تقویٰ اور للّٰہیت سے ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہوتا ہے۔ مولانا شہید نے مدرسہ میں تدریس بھی کی اور پارلیمنٹ میں پہنچ کر حق کی آواز بھی بلند کی۔ انھیں شیخ التفسیر حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی صحبت و رفاقت حاصل رہی۔

مولانا عبدالقیوم حقانی کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں اُن سے شرفِ تلمذ حاصل رہا۔ خوب فیض پایا اور اپنے استاذِ مکرم کے تذکرہ وسوانح کو مرتب فرما دیا۔ یہ ماہنامہ ''القاسم'' کی ۱۳۰ ویں اشاعت خاص ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان شہید کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر نامور اہل قلم علماء و صلحاء، کالم نگار اور ہم عصر شخصیات کے مضامین میں شامل ہیں۔ ۱۳ ابواب پر مشتمل یہ اشاعتِ خاص مولانا شہید کی ہمہ پہلو شخصیت کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرتی ہے۔ مولانا شہید کے رفیق خاص شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کا عربی قصیدہ نہایت اہم ہے۔ ماہنامہ ''القاسم'' کی یہ اشاعت تذکرہ وسوانح کی کتب میں گراں قدر اضافہ ہے۔ (تبصرہ: کفیل بخاری)

ادارہ

اخبار الاحرار

حضرت قائد احرار کا دورہ گجرات:

(رپورٹ: حافظ وحید خالد) ۱۵؍اپریل کو مسجد احرار، مدرسہ ختم نبوت گجرات میں ایک عظیم الشان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عارف، قائد احرار ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے خطاب فرمایا۔ حافظ محمد ابوبکر مدنی نے نعت پڑھی۔ مولانا محمد عارف نے خطاب میں فرمایا: کہ کوئی بھی مسلمان آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل کیے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا، کامیابی اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں رکھی ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ مساجد اور مدارس قائم اور آباد رہیں گے۔ ان کو ختم کرنے والے خود تو مٹ سکتے ہیں لیکن مساجد اور مدارس کبھی ختم نہیں ہوسکتے۔ ان کے بعد قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے پہلے ختم نبوت پر مفصل بیان کیا۔ انھوں کہا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس کے سر پر تاج نبوت سج سکے۔ اس وقت قادیانی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے کئی قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں۔ حکومت ان کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ اس کے بعد شاہ جی مدظلہ نے عورت کے تقدس کے بارے میں بات کی، انھوں نے کہا کہ اسلام عورت کو وہ مقام دیتا ہے جو اسلام سے پہلے یا آج تک کسی مذہب نے نہیں دیا۔ آج عورت معاشرے میں بالکل بے پردہ ہوچکی ہے، خاوند کو بیوی کا پتا نہیں اور بیوی کو خاوند کا پتا نہیں۔ آج مسلمان اپنے بچوں کو دینی تعلیم نہیں دیتا، کیونکہ وہ سمجھتا ہے یہ دہشت گرد بنے گا حالانکہ اسلام سب سے زیادہ امن پسند مذہب ہے۔ آخر میں حضرت شاہ جی مدظلہ دعا کروائی۔ گجرات میں قیام کردہ مجلس احرار اسلام کا یہ مرکز جس کی بنیاد حضرت شاہ جی مدظلہ نے خود رکھی تھی اب کافی حد تک مکمل ہوچکا ہے، مسجد کا ہال تعمیر ہو چکا ہے اور نماز شروع ہوچکی ہے۔

۱۶؍اپریل کو مدرسہ محمودیہ معمورہ ناگڑیاں میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں وکیل صحابہ حضرت مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے شرکت کی۔ ہدیہ نعت پیش کرنے کے لیے لاہور سے مولانا محمد قاسم گجر اور گوجرانوالہ سے حافظ ابوبکر مدنی نے شرکت کی۔

کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا حضرت مولانا قاری احسان اللہ نے تلاوت کی۔ اس کے بعد نعت خواں حضرات نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ اس کے بعد مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کا بیان ہوا۔ انھوں نے کہا کہ دین و دنیا کی کامیابی اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنے میں ہے۔ اگر کوئی انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ کا محبوب بن جائے تو اس کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی ہوگی۔ صرف اللہ کے نبی اور صحابہ کے طرز زندگی ہی واحد چیز ہے جو ہم کو کامیابی دلاسکتی ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اور اللہ کے نبی کے ساتھ محبت رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ صحابہ کرام سے بھی محبت کی جائے کیونکہ صحابہ نبوت کی دلیل ہے۔

قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے اپنے بیان سے پہلے اس سال فارغ ہونے والے طلباء کی دستار بندی کی فارغ ہونے والے طلباء میں حافظ وحید خالد، حافظ منیب علی، حافظ محمد طلحہ فاروق اور حافظ شجاعت شامل ہیں۔ اس کے بعد حضرت شاہ جی مدظلہ نے اپنا بیان شروع کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہر انسان کے لیے جو سب سے ضروری چیز ہے وہ ہے عقیدہ۔ ایک

اللہ ہونے کا یقین اور باقی ساری مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین سب کے دلوں میں آ جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے کا خالق، مالک اور رزاق ہے۔ مشکل وقت میں صرف اُسی سے مدد مانگو۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ختم نبوت پر بات کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آپ پر نبوت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ شاہ جی مدظلہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی ضرورت ہی نہیں رہی کیونکہ پہلے نبوت کا سلسلہ اس لیے جاری رہا کیونکہ پہلی امتوں کے لوگوں پہلی شریعت کو بالکل بھلا دیتے یا تو نئی بستی میں نئے نبی کی ضرورت پڑتی یا پھر لوگ پہلی شریعت میں تحریف کر دیتے یا پھر وقت کے نبی کی معاونت کے لیے نئے نبی کو نائب مقرر کر کے بھیجا جاتا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نیابت کے لیے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اللہ سے مانگا۔ یا پہلی شریعت کو اللہ تعالیٰ غیر مکمل رکھتا۔ اس باتوں کو قرآن میں واضح بیان کرتا ہے کہ یہ دین بالکل مکمل اور اکمل ہے اس میں کسی قسم کی کمی پیشی کی ضرورت ہی نہیں۔ آج دور میں آ کر مرزا قادیانی جیسے لوگ خود کو نبی کہتے ہیں۔ ان کے اندر تو اتنی خامیاں ہیں جو کسی نبی کے شایان شان نہیں۔ شاہ جی نے مزید کہا کہ ہم سب کو حقیقی دین کو پہچان کر کے عمل کرنا چاہیے، بدعت وشرک سے اجتناب کرنا چاہیے۔ آج ہمیں جشن آمد رسول کے ساتھ مقصد آمد رسول کو بھی جاننا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ علماء حق، علماء دیوبند نے جو راستہ ہم کو دکھایا ہے۔ یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے، اس پر عمل کر کے ہم حقیقی مسلمان بن سکتے ہیں۔ کانفرنس میں مقامی علماء کرام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ آخر میں مدرسہ محمودیہ معمورہ کے منتظم اعلیٰ حافظ محمد ضیاء اللہ ہاشمی نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور حضرت شاہ جی مدظلہ نے دعا کروائی۔

۱۷/اپریل کو حضرت شاہ جی مدظلہ نے جامع مسجد خلافت راشدہ کوٹلہ میں قبل از جمعہ خطاب فرمایا۔ اس مسجد میں کبھی محسنِ احرار حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ گجرات تشریف لاتے تو مولانا قاری غلام رسول شوق کی دعوت پر خطبہ جمعہ کے لیے کوٹلہ میں ضرور جاتے تھے۔ حضرت شاہ جی مدظلہ نے کوٹلہ میں بھی مفصل خطاب فرمایا۔ علاقہ بھر کے لوگوں کی بڑی تعداد نے شاہ جی مدظلہ کا خطاب سنا۔ اس کے بعد شاہ جی واپس کے لیے روانہ ہوئے۔

قادیانیت کی سرکوبی کے لیے شہداء ختم نبوت کا مشن جاری رہے گا۔ (سید عطاء المہیمن بخاری)

جلال پور پیر والہ (۲۳/اپریل۔ رپورٹ محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی) ملک محمد احسن خان صاحب گھلو، مولانا محمد یار عابد کی خصوصی دعوت پر بستی مکھواڑہ تحصیل احمد پور شرقیہ محترم قائد احرار تشریف لائے۔ جلسہ عام میں ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ شہدائے ختم نبوت کے مشن کی تکمیل تک ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ جبر واستبداد کا راستہ روکنے کے لیے شہداء ختم نبوت کی ارواح ہم سے متقاضی ہیں کہ ہم کفر واستبداد کے خلاف منظم بنیادوں پر اپنی تحریک کو مربوط کریں۔ مجلس احرار اسلام پاکستان جس کے بانی میرے والد ماجد امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے نے برصغیر میں حریت فکر کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی افضل ترین شخصیت ہیں۔ آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کفر و گمراہی ہے۔ رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر پختہ یقین کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سے یہی نظاموں کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ یہ جنگ جاری ہے۔ دین اسلام کی منشاء انسانوں کی انسان کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لانا ہے۔ معاملات کے اندر رہنمائی منبر محراب سے ہی ملے گی۔ کلمہ اسلام ہماری جدوجہد کا عنوان بھی ہے اور ہماری پہچان بھی ہے۔ قائد احرار نے کہا کہ قادیانیت کا تعاقب ہمارے ایمان کا حصہ بھی ہے اور ملکی سلامتی اور وحدت کے لیے بھی ضروری ہے۔ تحریک ختم نبوت کو خون دے کر بھی زندہ رکھیں گے۔ پیر جی نے فرمایا ہمیں بنیاد پرست ہونے پر فخر ہے۔ ہماری بنیاد قرآن وسنت ہے جو لوگ بنیاد پرستی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں وہ خود بے بنیاد ہیں۔ ان کی اجتماعی اور

انفرادی زندگی ابتری کا شکار ہے۔ یورپ کے معاشرے نے بے بنیادی کو منشور بنایا۔ ان میں اکثریت حرامیوں پر مشتمل ہے یورپ کی ۷۵ فیصد آبادی اپنے باپ سے واقف نہیں۔ انھوں نے کہا کہ جہاد اسلام کا اہم فریضہ ہے اور جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ صحابہ کرام کی دین کے ساتھ محبت مثالی تھی اس لیے ہر میدان میں کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ اس جلسہ کی صدارت مجلس علماء اہل سنت پاکستان کے مرکزی رہنما مولانا یار محمد عابد نے کی۔ بعدازاں قائد احرار نے جماعتی احباب سے ملاقاتیں کیں۔

مجلس احرار اسلام جلال پور پیروالا کے ناظم محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی نے کہا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی نظام حکومت کو کیمونزم، سوشلزم اور جمہوریت کے سہاروں کی ضرورت نہیں۔ دنیا میں رائج شدہ تمام نظام ہائے زندگی اپنا اپنا طریقہ کار رکھتے ہیں۔ اسلام کا طریقہ کار سیاسی عمل ان سب سے جدا ہے۔ انھوں نے کہا کہ دنیا میں جہاں بھی اسلام نافذ ہوگا۔ وہاں پر مسلم اور غیر مسلم تمام لوگوں کو یکساں طور زندگی کی سہولتیں میسر ہوں گی۔ جس طرح کیمونزم اور سوشلزم کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بالکل اسی طرح جمہوریت کا بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۲۳ر مئی) مجلس احرار اسلام اور تحریک طلباء اسلام چیچہ وطنی کے ارکان نے قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ کے سلسلہ میں ''شیزان'' کے حوالے سے ایک منظم مہم کا آغاز کیا ہے اور دکانداروں اور عام شہریوں کو آگاہی دینے کے لیے لٹریچر اور ثبوت کے ساتھ گشت کی شکل میں ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا ہے جس کے حوصلہ افزاء نتائج مرتب ہو رہے ہیں۔ یہ سلسلہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ دنوں میں بھی جاری رہے گا۔

☆☆☆

اوکاڑہ (۲۴ر اپریل) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے بخاری مسجد (پُل والی مسجد) اوکاڑہ میں نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کا محاذ تمام مکاتب فکر کا مشترکہ محاذ ہے اور یہ محاذ ان شاء اللہ تعالیٰ قائم ہے اور رہے گا۔ انھوں نے کہا کہ ملک کی سلامتی کے خلاف ہر تحریک میں قادیانی پس منظر میں شامل ہیں جبکہ ان کی جماعت کا مذہبی عقیدہ اکھنڈ بھارت ہے اور قادیانیوں اور قادیانی نواز حلقوں کو بے نقاب کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کے ایٹمی راز ۱۹۸۴ء میں قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام نے امریکہ کو فراہم کیے جبکہ پاکستان میں قادیانیوں کو متعینہ آئینی حیثیت کا پابند کرنے کی بجائے ان کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ کھلے عام ارتداد پھیلا رہے ہیں۔ انھوں نے انتقال کر جانے والے جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر مولانا سید امیر حسین گیلانی اور مشہور احرار کارکن حکیم محمد انور مجاہد کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ قبل ازیں انھوں نے شمس الحق گیلانی سے ملاقات کی اور سید امیر حسین گیلانی کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا۔ علاوہ ازیں جامعہ انوریہ میں علماء کرام اور دینی کارکنوں کے علاوہ صحافیوں سے بھی خطاب کیا۔ اس موقع پر شیخ نسیم الصباح مولانا قاری غلام محمود انور، مولانا کفایت اللہ سالک، شیخ مظہر سعید، غلام دستگیر اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔

خطبہ جمعۃ المبارک کے بعد ایک اجلاس زیر صدارت عبداللطیف خالد چیمہ کی صدارت میں ہوا۔ جس میں تنظیمی امور پر غور کیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ دشمن کا تعاقب بڑی ہوشیاری سے کرنا ہوگا۔ کیونکہ دشمن اسلام قادیانی بڑی چالاکی سے دین اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اجلاس میں شیخ مظہر سعید، شیخ نسیم الصباح، محمد سرور صاحب، خالد صاحب بھی اجلاس میں شریک ہوئے۔ اجلاس جامع مسجد بخاری پل والی میں ہوا۔

''یوم ختم نبوت کانفرنس'' باغ آزاد کشمیر (رپورٹ: حافظ محمد اجمل قاسمی)

۲۹/اپریل ۱۹۷۳ء کو آزاد کشمیر اسمبلی میں باغ سے تعلق رکھنے والے عظیم سپوت میجر محمد ایوب نے قادیانیوں کے خلاف ایک قرارداد پیش کی تھی جسے تمام ممبران اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔اس قرارداد کی روشنی میں آزاد کشمیر اسمبلی کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ جس نے پوری دنیا میں سب سے پہلے منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو سرکاری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے کرامت مسلمہ کی ترجمانی کی تھی۔ اسمبلی میں قرارداد کے محرک اور روح رواں غازی ختم نبوت جناب میجر محمد ایوب مرحوم تھے۔ اس لحاظ سے ۲۹/اپریل آزاد کشمیر کا تاریخی دن یوم ختم نبوت ہے۔اس دن کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے مدرسہ تعلیم القرآن باغ کے مہتمم مولانا امین الحق فاروقی ، ایوب میموریل ٹرسٹ کے صدر کرنل (ر) عبدالقیوم اور تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر کے صدر مولانا قاری عبدالوحید قاسمی اور سیکرٹری جنرل حافظ محمد مقصود کشمیری نے ۱۹/ مارچ کو اسلام آباد میں ایک مشاورتی اجلاس میں ۲۹/اپریل کو غازی ختم نبوت محرک قرارداد میجر محمد ایوب کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کی یاد میں یوم ختم نبوت کانفرنس باغ میں کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے بعد ایوب میموریل ٹرسٹ کے صدر کرنل (ر) عبدالقیوم نے دیگر رفقاء کے ہمراہ یوم ختم نبوت کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں اور تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر نے اپنے ترجمان ''ندائے ختم نبوت'' کا خصوصی شمارہ بھی شائع کیا۔اس کانفرنس میں سیاسی ، سماجی ، زعماء اور علمائے کرام کے علاوہ آزاد کشمیر کے صدر ، وزیر اعظم ، ممبران اسمبلی ، بھی شریک تھے۔ یوم ختم نبوت کانفرنس میں تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر کے سیکرٹری جنرل حافظ محمد مقصود کشمیری کی دعوت پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے نواسے، مجلس احرار کے مرکزی رہنما اور مدیر ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' مولانا سید محمد کفیل بخاری، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے نائب صدر قاری شبیر احمد عثمانی نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی۔ جب کہ ایوب میموریل ٹرسٹ کے صدر کرنل (ر) عبدالقیوم کی دعوت پر صدر ریاست راجہ ذوالقرنین ، وزیر اعظم سردار محمد یعقوب خان، سپیکر اسمبلی شاہ غلام قادر، صدر مسلم کانفرنس راجہ فاروق حیدر، وزیر تعمیرات عامہ کرنل نسیم خان ، وزیر صحت سردار قمر الزمان، امیر جماعت اسلامی عبدالرشید ترابی کے علاوہ دیگر سیاسی و سماجی رہنماء بھی تشریف لائے۔ ۲۸/اپریل کی شام کو دارالعلوم تعلیم القرآن میں ایک اجتماع منعقد ہوا۔اس موقع پر دارالعلوم کے مہتمم مولانا امین الحق فاروقی کی بیرون ملک تبلیغی دورے کی وجہ سے نائب مہتمم مفتی شمس الحق ، مولانا محمد الطاف اور دیگر اساتذہ کرام نے آنے والے علمائے کرام اور مہمانوں کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔اس تقریب سے انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے نائب صدر قاری شبیر احمد عثانی نے خصوصی خطاب کرتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیوں کی سازشوں سے عوام کو آگاہ اور غازی ختم نبوت میجر محمد ایوب کو خراج تحسین پیش کیا۔مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری اپنے رفقاء میاں محمد اویس، یٰسین بٹ ، رانا محبوب عالم اور شیخ فضل الرحمٰن کے ہمراہ ۲ بجے رات باغ پہنچے تو دارالعلوم تعلیم القرآن کے مفتی شمس الحق صاحب اور مولانا قاری مجیب الرحمٰن نے اُن کا استقبال کیا۔ ۲۹/اپریل کی صبح آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے علماء نے بخاری صاحب سے ملاقات کی اور بے پناہ محبت کا اظہار فرمایا۔ ان علماء کرام میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب (مدرسہ نصرت العلوم باغ) مولانا بشیر حسین شاہ صاحب (مدرسہ فاطمۃ الزہرا موری فرمان شاہ) مولانا عبدالرزاق چشتی (مدرسہ اشاعت الاسلام کھرل پنہالی) مولانا عبدالغفور اور مولانا الطاف آزاد (جمعیت علماء اسلام) شامل ہیں۔ سید محمد کفیل بخاری مدرسہ نصرۃ الاسلام میں بھی تشریف لے گئے اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب کے علاوہ دیگر علماء واحباب سے ملاقات کی ۔ ۲۹/اپریل کی صبح ۱۰ بجے تعلیم القرآن کے باہر ایک خوبصورت پنڈال میں کانفرنس کا آغاز کیا گیا۔اس موقع پر اجتماع گاہ اور سٹیج کو خوبصورت جملوں سے مزین بینرز اور پوسٹروں سے سجایا گیا تھا۔ یوم ختم نبوت کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے ایوب میموریل ٹرسٹ کے صدر کرنل (ر)

عبدالقیوم کے ساتھ باغ کے تمام علمائے کرام، سیاسی وسماجی زعماء اور انجمن تاجران، ضلعی انتظامیہ اور مدرسہ تعلیم القرآن کے اساتذہ کرام اور انتظامیہ نے خصوصی محنت کی۔ جب کہ اس موقع پر تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر نے ختم نبوت اکیڈمی کے ڈائریکٹر جناب عبدالرحمٰن باوا اور مجلس احرار اسلام کے تعاون سے ردّ قادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر مفت لٹریچر فراہم کرنے کے لیے اجتماع گاہ کے باہر ایک سٹال بھی لگایا گیا۔ جہاں سے عوام الناس کو مفت لٹریچر فراہم کیا جاتا رہا۔ کانفرنس کی پہلی نشست سے مقامی علمائے کرام، سیاسی وسماجی رہنماؤں نے اظہار خیال کیا۔ جب کہ ۱۲ بجے وزیراعظم اور صدر ریاست ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ جس کے بعد دوسری نشست کا آغاز کیا گیا اور پہلا خطاب انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے نائب صدر قاری شبیر احمد عثمانی نے کیا۔ انھوں نے سٹیج پر موجود اسمبلی کے ممبران کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ سب سے پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا اعزاز آزاد کشمیر اسمبلی کو ہے جس پر ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ مجلس احرار کے مرکزی رہنما مدیر ''نقیب ختم نبوت'' مولانا سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو مجلس احرار نے ملتان میں یوم تشکر منانے اور کشمیری قوم کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے جلسہ نکالا منعقد کیا، جس پر لاٹھی چارج کیا گیا لیکن کشمیر سے قادیانیوں کے خلاف بلند ہونے والی آواز نے پوری دنیا کے مسلمانوں میں بیداری کی روح پھونک دی اور یہ اعزاز اللہ نے کشمیری قوم کے سپوت میجر محمد ایوب مرحوم کو بخشا۔ مولانا سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ آزاد کشمیر کے صدر اور وزیراعظم، کشمیر میں قادیانیوں کی غیر قانونی سرگرمیوں کا نوٹس لیں۔ علامہ اقبال کے بقول ''قادیانی، اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔'' قادیانی کشمیر تحریک کو بہت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کے بعد آزاد کشمیر کے صدر راجہ ذوالقرنین خان اور وزیر اعظم سردار محمد یعقوب خان سے ملاقات کی اور انھیں کتابوں کا سیٹ پیش کیا۔ جس پر صدر اور وزیراعظم نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ یوم ختم نبوت کانفرنس میں مجلّہ ''ندائے ختم نبوت'' خصوصی طور پر شرکائے کانفرنس کو تقسیم کیا گیا۔ جب کہ صدر، وزیراعظم، سپیکر اور دیگر ممبران اسمبلی سٹیج پر گہری دلچسپی سے ندائے ختم نبوت کا مطالعہ کرتے رہے۔ اس موقع پر تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر کے سیکرٹری جنرل حافظ محمد مقصود کشمیری نے وزیراعظم سردار محمد یعقوب خان اور صدر راجہ ذوالقرنین خان سے ملاقات کی اور انھیں آزاد کشمیر میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں پر تفصیلی رپورٹ کے ساتھ چند مطالبات پیش کیے جن میں ۲۹ر اپریل کو سرکاری تعطیل کا اعلان، قادیانیوں کے مراکز مسمار، ختم نبوت اسلامی یونیورسٹی کے لیے سرکاری طور پر جگہ اور قادیانیوں کی آزاد کشمیر میں علیحدہ شناخت کا مطالبہ شامل تھا۔ یوم ختم نبوت کانفرنس سے ممبران اسمبلی، اور دیگر سیاسی وسماجی رہنماؤں نے خطاب کیا اور میجر محمد ایوب کو خراج تحسین پیش کیا۔ جب کہ وزیراعظم نے آخری خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کا دن ہماری دینی اور ملی بیداری کا ثبوت دیتا ہے کہ اس دن اسی دھرتی کے سپوت نے وہ عظیم کام کیا جو بڑے بڑے رہنما بھی نہ کر سکے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کی جانب سے پیش کی جانے والی قرارداد میں حکومت سے کیے گئے۔ مطالبات کو کھلے خط کے نام سے بھی شائع کر کے تقسیم کیا گیا۔ ندائے ختم نبوت کی اشاعت خاص میں میجر محمد ایوب کا تذکرہ اور ۱۹۷۳ء میں پاس ہونے والی قرارداد کی تفصیلی رپورٹ بھی شامل تھی جس کی وجہ سے ندائے ختم نبوت ممبران اسمبلی کی توجہ کا مرکوز بنا رہا۔ یوم ختم نبوت کانفرنس کی کامیابی پر تحریک تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری جنرل نے کانفرنس کے منتظم ایوب ویلفیئر ٹرسٹ کے صدر (ر) کرنل عبدالقیوم کو مبارکباد پیش کی۔ سید محمد کفیل بخاری نے بعد نمازِ ظہر مدرسہ تعلیم القرآن کے طلباء اور اساتذہ سے خطاب کیا۔ بعدازاں چودھری محمد ظہیر فاضل کے ہمراہ راولاکوٹ تشریف لے گئے۔ قیامِ شب راولاکوٹ میں تھا۔ چودھری محمد فاضل مرحوم، امیر شریعت اور حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ راولاکوٹ میں مولانا فاروق حسین صابر بنجوسہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

دنیا کی عارضی زندگی، آخرت کی دائمی زندگی کو بہتر بنانے کی مہلت ہے۔ (سید محمد کفیل بخاری)

راولپنڈی (۳۰؍اپریل) مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے جامع مسجد اصغر مال راولپنڈی میں بعد نماز عشاء درسِ قرآن کریم دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دنیا کی زندگی کو محض کھیل تماشا اور عارضی قرار دیا۔ جبکہ آخرت کی زندگی کو دائمی اور اصل زندگی قرار دیا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے ہر مؤمن اس بات کی فکر کرے کہ اس نے آنے والے کل یعنی آخرت کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ دنیا کی حیات دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے۔ آخرت کے گھر کو سجانے والے اعمال کرنے کے لیے۔ یہ اعمال حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سچی پیروی سے نصیب ہو سکتے ہیں۔

سید محمد کفیل بخاری آزاد کشمیر کے دوروزہ دورے کے بعد راولپنڈی پہنچے۔ جناب ضیاء الحق نے میزبانی کی۔ جبکہ جناب مرزا محمد یونس، جناب محمد ناصر، جناب مرزا محمود، جناب محمود الحسن میر، مولانا عنایت اللہ شاہ، قاسم شاہ، شیخ الحدیث مولانا مشتاق احمد، مولانا احسان صاحب اور دیگر احباب ملاقات کے لیے تشریف لائے اور بہت ہی محبت کا اظہار فرمایا۔

ڈائریکٹر جنرل لائیوسٹاک پنجاب ڈاکٹر عرفان زاہد قادیانی کے خلاف دھوکہ دہی سے شادی کرنے پر مقدمہ درج

اسلام آباد (۴؍مئی) پنجاب پولیس نے ڈائریکٹر جنرل لائیوسٹاک پنجاب ڈاکٹر عرفان زاہد (قادیانی) کے خلاف خود کو مسلمان ظاہر کر کے اپنی ماتحت ڈائریکٹر شبنم فردوس سے دھوکہ دہی سے شادی رچانے پر حسب قانون مقدمہ درج کر لیا ہے اور اعلیٰ سطح پر تحقیقات کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ روزنامہ ''پاکستان'' اسلام آباد (بابت ۴؍مئی ۲۰۰۹ء) کی ایک رپورٹ کے مطابق ڈاکٹر عرفان زاہد ایک سکہ بند قادیانی شخص ہے۔ جس نے خود کو مسلمان ظاہر کر کے اپنی ماتحت اسسٹنٹ ڈائریکٹر شبنم فردوس کے ساتھ شادی کر لی۔ دونوں کے مابین ازدواجی تعلقات تقریباً ساڑھے تین سال تک برقرار رہے۔ تاہم ڈاکٹر شبنم فردوس نے ڈاکٹر عرفان زاہد کی حقیقت معلوم ہونے پر ان کے خلاف مقدمہ دائر کرا دیا۔ راولپنڈی کے تھانہ ائرپورٹ نے ڈاکٹر شبنم فردوس کی درخواست پر خود بھی تحقیقات کیں اور ابتدائی تحقیقات کے نتیجہ میں ڈاکٹر عرفان زاہد کے خلاف تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۷ء کے تحت زیر دفعہ ۴۹۳۔اے اور فراڈ کا مقدمہ درج کیا ہے۔ تاہم ابھی تک ڈاکٹر عرفان زاہد کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ درخواست کے مطابق ڈاکٹر عرفان زاہد کے قادیانی ہونے کا علم اُس وقت ہوا جب اس نے قادیانی لٹریچر اور کتابیں ڈاکٹر شبنم فردوس کو دیں، جن کو ڈاکٹر فردوس نے مسلمان ہونے کے ناتے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ ڈاکٹر شبنم فردوس نے درخواست میں استدعا کی ہے کہ پولیس ڈاکٹر عرفان زاہد کے خلاف متعلقہ دفعات لگائے اور فوری طور پر گرفتار کرے اور قادیانی بتانے کی بجائے خود کو مسلمان ظاہر کرنے پر امتناع قادیانیت ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کیا جائے۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر عرفان زاہد کا بھائی نجیب فیصل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب ہے اور مبینہ طور پر مقدمے پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان کے امیر مولانا محمد الیاس چنیوٹی اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے مطالبہ کیا ہے کہ قادیانی ڈاکٹر عرفان زاہد کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جائے۔ ان رہنماؤں نے دینی جماعتوں سے اپیل کی ہے کہ اس مسئلے پر اپنا کردار ادا کریں۔

☆☆☆

ساہیوال (۷؍مئی) متحدہ تحریکِ ختم نبوت رابطہ کمیٹی ساہیوال ڈویژن کے زیر اہتمام مرکزی جامع مسجد عیدگاہ ساہیوال میں منعقدہ ''کل جماعتی ختم نبوت کنونشن'' کے مقررین نے کہا ہے کہ قادیانی گروہ مسلمانوں سے جذبہ جہاد نکالنے اور مسلمانوں میں

انتشار پیدا کرنے کے لیے کھڑا کیا گیا تھا۔ یہ گروہ ملک میں ہونے والے فسادات کے پس منظر میں کردار ادا کر رہا ہے۔ قادیانیوں کے سیاسی و معاشرتی سدباب کی بھی اشد ضرورت ہے۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری کی زیرِ صدارت، مولانا سید انور شاہ بخاری کی زیرِ سرپرستی اور مولانا عبدالستار کی زیرِ نگرانی منعقد ہونے والے کنونشن میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے سربراہ مولانا محمد الیاس چنیوٹی، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا عبدالرؤف فاروقی، اہل سنت والجماعت کے رہنما مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، جماعت اسلامی پاکستان کے رہنما محمد انور گوندل، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے رہنما مولانا عبدالرشید راشد، متحدہ تحریکِ ختم نبوت رابطہ کمیٹی کے کنوینئر عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، مفتی منصور، حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر، قاری سعید ابنِ شہید، جماعتِ اہل سنت کے رہنما مولانا ڈاکٹر سعید احمد اسحاق، تحریکِ تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے امیر مولانا عبدالرشید انصاری، سیکرٹری جنرل مولانا سید محمد زکریا شاہ، شیخ اعجاز احمد رضا، قاری محمد طاہر رشیدی اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ تحفظِ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور تحفظِ ختم نبوت کے حوالے سے بنائے گئے قوانین کو بعض مقتدر حلقے ختم کرنے کی گھناؤنی سازشیں کر رہے ہیں۔ ملک کو خون میں نہلایا جا رہا ہے اور امریکی ایجنڈے کے مطابق عوام کے دلوں میں فوج کے بارے میں نفرت پیدا کی جا رہی ہے جو ملک و ملت کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ ملک اسلام اور اسلام کے نفاذ کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور اسلام کے نفاذ سے ہی قائم رہ سکتا ہے۔ ملک بننے کے ساتھ ہی وطن کے خلاف قادیانی سازشیں شروع ہو گئی تھیں۔ ۱۹۵۳ء میں دس ہزار فرزندانِ توحید کے سینے گولیاں سے چھلنی کر دیئے گئے لیکن تحفظِ ختم نبوت کی تحریک کو دبایا نہ جا سکا۔ امریکہ و یورپ اپنی دہشت گردی کو چھپانے کے لیے خون بہا رہے ہیں۔ پرویزی خیالات و افکار کفر پر مبنی ہیں پرویزی دور میں ہماری ماؤں اور بیٹیوں کا خون بہایا گیا۔ کسی کو پرویز مشرف کے سر پر کھڑا خون بے گناہی معاف کرنے کا ہرگز حق حاصل نہیں۔ امریکہ اور پاکستانی حکمران صوفی محمد کی آڑ لے کر خون نہ بہائیں اور اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا چھوڑ دیں۔ پاکستان کو بچانا ہے تو قتل و غارت گری بند کی جائے اور دستور کے تقاضوں کے مطابق پورے ملک میں اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ مولانا محمد الیاس چنیوٹی نے کہا کہ مرتد کی شرعی کے نفاذ، کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو الگ کرنے تک ہماری پرامن تحریک جاری رہے گی۔ قادیانیوں کی دہشت گردی پر مبنی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالرؤف فاروقی اور عبداللطیف خالد چیمہ تحریکِ ختم نبوت کو مزید منظّم کر کے عقیدۂ ختم نبوت کے محاذ کو مضبوط کر رہے ہیں اور یہ لوگ بہت مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی نے کہا کہ متحدہ تحریکِ ختم نبوت تمام مکاتبِ فکر کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔ ہم نے عہد کیا ہوا ہے کہ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر کٹ مریں گے لیکن اس مسئلہ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ کراچی، بلوچستان، سرحد، سوات اور پنجاب کو آگ میں دھکیلا جا رہا ہے۔ انارکی پیدا کر کے قادیانیوں کے بارے میں قانون کو ختم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ مولانا شمس الرحمٰن معاویہ نے کہا کہ منکرینِ ختم نبوت اور منکرینِ صحابہ نے اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ مولانا عبدالرشید راشد نے کہا کہ قرآن و سنت کی روشنی میں پوری امت عقیدہ ختم نبوت پر ایک ہی رائے رکھتی ہے۔ اس پر دوسری رائے رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جماعتِ اسلامی پاکستان کے رہنما محمد انور گوندل نے کہا کہ مسلمانوں کی سات سو سال کی حکمرانی کا بدلہ لینے کے لیے انگریز سامراج نے قادیانیت کا بیج بویا اور کفر و جہالت نے قادیانیت کو پرموٹ کیا۔ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ میرے خون میں مجلسِ احرارِ اسلام کا جذبہ اور میرے خاندان پر اس کا سایہ ہے۔ مولانا عبدالرشید انصاری اور سید محمد زکریا شاہ نے کہا کہ قانون توہینِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر موثر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے اسی قسم کے دلخراش واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ مولانا ڈاکٹر سعید احمد اسحاق

نے کہا کہ یہ کانفرنس ساہیوال ڈویژن کی پہلی بڑی ختم نبوت کانفرنس ہے جس میں تمام مسالک جمع ہیں۔ قادیانی فتنے کا سدباب اتحاد بین المسلمین میں مضمر ہے۔ شیخ اعجاز احمد رضا نے کہا کہ پاکستان کا آئین بانی پاکستان پر تنقید کی اجازت نہیں دیتا۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کرنے والے کس انسانیت کی بات کرتے ہیں اور یہ حق کیوں کر دیا جاسکتا ہے۔ دیگر مقررین نے الزام عائد کیا کہ ایوان صدر کو قادیانی سرگرمیوں کا مرکز بنایا جارہا ہے۔ بعض سیاسی قوتیں لسانیت، صوبائیت اور طبقہ واریت کے نام پر ملک کی جڑیں کھوکھلی کررہی ہیں۔ کنونشن میں مختلف قراردادوں میں مطالبہ کیا گیا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ پر موثر عمل درآمد کرایا جائے۔ اسلامی علامات کے استعمال سے قادیانیوں کو قانوناً روکا جائے۔ چناب نگر (ربوہ) کے اردگرد قادیانی مہنگے داموں وسیع رقبے خرید کر اسرائیل کی طرز پر سٹیٹ کے اندر سٹیٹ کا نظام قائم کررہے ہیں۔ اس تشویش ناک صورتحال کا تدارک کیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش کی روشنی میں ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ قادیانی اوقاف کو سرکاری تحویل میں لیا جائے۔ کانفرنس میں امام اہل سنت ابوالزاہد حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی رحلت پر تعزیت کا اظہار کیا گیا اور دین مبین کے لیے ان کی گرانقدر علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ کنونشن کا اختتام پیر جی عبدالجلیل رائے پوری اور مولانا مفتی عبدالرحمٰن کی دعا کے ساتھ ہوا۔ کنونشن میں ساہیوال ڈویژن اور کئی دوسرے شہروں سے لوگوں نے قافلوں کی شکل میں شرکت کی۔

''کل جماعتی ختمِ نبوت کنونشن'' کی جھلکیاں

☆ کنونشن کا آغاز بعد نماز ظہر بروقت تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ افتتاحی کلمات شہیدِ ختمِ نبوت قاری بشیر احمد حبیب کے فرزند اور جامعہ رشیدیہ کے ناظم قاری سعید نے ادا کیے۔

☆ کنونشن قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیرصدارت، پیرِ طریقت مولانا سید محمد انور شاہ بخاری کی زیرسرپرستی اور خطیب شہر مولانا عبدالستار کی زیرنگرانی ہوا۔

☆ کم و بیش بیس سال بعد ساہیوال میں تحفظِ ختمِ نبوت کا کثیر الجماعتی ہمہ گیر اجتماع سخت گرمی کے باوجود لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔

☆ مختلف مسالک کے علماء اور دینی رہنماؤں کو سٹیج پر خوشگوار انداز میں بغل گیر ہوتے دیکھ کر شرکاء کے چہرے کِھل گئے۔

☆ تمام مقررین نے ایک دوسرے کی تحسین کی اور اس عزم کا اظہار کیا کہ اس قسم کے مشترکہ اجتماعات سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

☆ اہلحدیث رہنما مولانا عبدالرشید راشد انتہائی ضعیف و علیل ہونے کے باوجود شریک ہوئے، ان کو سہارا دے کر سٹیج پر لایا گیا۔

☆ سید ضیاءاللہ شاہ بخاری نے نہایت جذباتی انداز میں کہا کہ میرے خون میں مجلس احرار اسلام کا جذبہ کارفرما ہے۔

☆ متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی کے کنوینر عبداللطیف خالد چیمہ نے تاریخ ختمِ نبوت کا اجمالی خاکہ پیش کیا اور تمام مکاتبِ فکر اور مہمانوں کے کردار کی تحسین کی۔

☆ پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی اپنے عظیم المرتبت والد گرامی امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی رحلت کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے۔

☆ کنونشن کے پنڈال کو تحریک ختمِ نبوت کے مطالبات پر مبنی بینرز سے سجایا گیا تھا۔

☆ کنونشن میں چیچہ وطنی، اوکاڑہ، دیپالپور اور کئی دوسرے مقامات سے لوگوں نے قافلوں کی شکل میں شرکت کی۔

☆ تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سیکرٹری جنرل سید محمد زکریا شاہ نے رابطہ کمیٹی کو فیصل آباد میں بھی اِسی قسم کے کنونشن کی پیشکش کی۔

☆ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر مرمٹنے کے واقعات سن کر سامعین جذباتی اور آبدیدہ ہوجاتے۔

☆ کنونشن میں مقررین کے علاوہ ساہیوال ڈویژن سے علماء اور دینی رہنماؤں کی بڑی تعداد شریک تھی۔

☆ کنونشن حضرت پیرجی قاری عبدالجلیل رائے پوری اور مولانا مفتی عبدالرحمٰن ظفر کی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

☆ دورانِ کنونشن مقررین بعد از کنونشن مختلف دینی رہنما جامعہ اشرفیہ کے دفتر میں عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا عبدالستار، قاری منظور احمد طاہر اور دیگر رہنماؤں کو انتہائی کامیاب کنونشن پر مبارکباد دیتے رہے۔

☆ جماعتِ اسلامی کے مرکزی رہنما محمد انور گوندل روانگی کے وقت کہہ رہے تھے کہ ورکنگ آورز میں گرمی کے باوجود اتنا کامیاب کنونشن میں نے پہلے نہیں دیکھا۔

☆ کنونشن کی کارروائی براہِ راست دنیا بھر میں نشر کرنے کے لیے شاہد حمید، شہزاد احمد، حماد ارشد چیمہ اور محمد قاسم چیمہ پر مشتمل انٹرنیٹ سیکشن مسلسل کام کرتا رہا جبکہ محمد عمیر چیمہ الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کے لیے رپورٹنگ کرتے رہے۔

☆☆☆

گکھڑ منڈی (۱۰ رمئی) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے ساری زندگی احیاء سنت اور اتباع سنت میں گزاری۔ اُن کی رحلت عالم اسلام کا مشترکہ اور اِجتماعی صدمہ ہے۔ حضرت مرحوم کی تعزیت کے لیے گکھڑ منڈی میں حضرت کے صاحبزادگان اور متوسلین سے تعزیت کا اِظہار کرتے ہوئے انھوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور ہم سب کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازیں۔ بعدازاں مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، جامعہ اشرفیہ ساہیوال کے مولانا عبدالستار، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ ضلع ساہیوال کے امیر قاری منظور احمد طاہر اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ناظم قاری سعید ابن شہید نے مولانا زاہدالراشدی اور دیگر صاحبزادگان سے تعزیت کا اِظہار کیا۔ حضرت مرحوم کی دینی وعلمی اور دعوتی خدمات اور اعتدال پر مبنی مثالی اسلوب کو خراجِ تحسین پیش کیا اور دعائے مغفرت کے لیے حضرت مرحوم کی قبر پر بھی حاضری دی۔

امریکہ مدارس جبکہ ہمارے حکمران امریکہ سے خوفزدہ ہیں (سید محمد کفیل بخاری کا ایکسپریس فورم میں اظہارِ خیال)

ملتان (۱۲ رمئی) مجلس احرارِ اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ امریکہ ہمارے دینی مدارس جبکہ ہمارے حکمران امریکہ سے خوفزدہ ہیں۔ کسی دینی مدرسے میں عسکری تربیت نہیں دی جارہی۔ پرویز مشرف کی دین دشمن حکومت کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ کوئی مدرسہ دہشت گردی کی تربیت میں ملوث نہیں۔ انھوں نے کہا کہ دینی مدارس اسلامی اقدار اور تعلیمات کے محافظ ہیں۔ اپنی مدد اور عوام کے تعاون سے چلنے والے ان اداروں نے ملک کو محبِّ وطن اور صالح قیادت فراہم کی۔ مدارس، امن وسلامتی کے داعی اور پیامبر تھے۔ ہندوستان میں برٹش سامراج کو مدارس کے علماء نے ہی ٹکر دی اور تحریک آزادی میں علماء نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ انھوں نے کہا کہ حکمران ہوش کے ناخن لیں اور دینی مدارس کے خلاف زہریلی زبان استعمال نہ کریں۔ حکمران اپنی زبان بولیں، امریکی زبان میں گفتگو نہ کریں۔ مدارس کے نصابِ تعلیم کو بدلنے کی بات عالمی استعمار کی سازش ہے۔ دینی مدارس اپنی خودمختاری اور نصاب پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ اس مسئلے کو چھیڑا گیا تو سخت مزاحمت کی جائے گی۔ ''ایکسپریس فورم'' میں علامہ سید خالد محمود ندیم، مفتی ہدایت اللہ پسروری، مفتی غلام مصطفی رضوی اور سعد خورشید خان کانجو نے بھی اظہارِ خیال کیا۔

لاہور (۱۵رمئی) مشہور سابق قادیانی لیڈر شیخ راحیل احمد جمعہ کے روز جرمنی میں انتقال کر گئے وہ ۱۹۴۷ء میں قادیان میں پیدا ہوئے اور طویل عرصہ قادیانی جماعت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ وہ ۲۳راگست ۲۰۰۳ء کو جرمنی میں مسلمان ہوئے تھے۔ انھوں نے مرزا غلام قادیانی کے رد میں متعدد مضامین تحریر کئے اور انٹرنیٹ کے ذریعے مسلسل قادیانیوں کے کفریہ عقائد کو بے نقاب کرتے رہے۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، ختمِ نبوت اکیڈمی لندن کے ڈائریکٹر عبدالرحمٰن باوا، سہیل باوا، مولانا امدادالحسن نعمانی، مجلس احرارِ اسلام برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد، سیکرٹری جنرل عرفان اشرف چیمہ، مجلس احرارِ اسلام جرمنی کے امیر سید منیر احمد شاہ بخاری، سعودی عرب سے عامر شہزاد اور دیگر نے شیخ راحیل احمد کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے۔ شیخ راحیل احمد کا انتقال جرمنی کے ہسپتال میں ہوا۔ انھوں نے پسماندگان میں بیوہ ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ انھوں نے قادیانی خلیفہ مرزا مسرور احمد کے نام تین خطوط بھی لکھے۔ جن میں قادیانی عقائد کو بے نقاب کیا گیا۔ یہ خطوط ہزاروں کی تعداد میں مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ شیخ راحیل احمد تحریک ختمِ نبوت کے ایک سرگرم رہنما کے طور پر پہچانے جانے لگے تھے۔ شیخ راحیل احمد کے مضامین کا مجموعہ ”مقالاتِ راحیل“ کے نام سے زیر ترتیب ہے۔

☆☆☆

کولون (۱۹رمئی) جرمنی کے شہر ایلز روف میں وفات پا جانے والے سابق قادیانی شیخ راحیل کو منگل کے روز اپنے شہر کے مسلم قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ کی امامت کے فرائض ختم نبوت اکیڈمی لندن کے سربراہ مولانا عبدالرحمٰن باوا نے سرانجام دیے اور تدفین کے بعد ختم نبوت سینٹر بیلجیم کے امیر حاجی عبدالحمید نے دعا کرائی۔ جنازہ میں جرمنی اور بیلجیم سے شیخ راحیل کے دوست احباب نے شرکت کی۔ تدفین سے قبل شرکاء اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرحمٰن باوا نے کہا کہ شیخ راحیل نے بحالتِ اسلام اگرچہ مختصر زندگی گزاری لیکن انھوں نے مختصر وقت میں تحفظ ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے قادیانیت ترک کر کے جب اسلام قبول کیا تو سب سے پہلے قادیانی سربراہ مرزا کو تین کھلے خط تحریر کیے جس کا جواب آج تک موصول نہیں ہوا۔ ان خطوط کو اردو اور انگریزی میں شائع کر کے ہم نے دنیا بھر میں تقسیم کیے۔ حاجی عبدالحمید نے اپنے خطاب میں شیخ راحیل کی تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں خدمات کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔

مشاہیر اور مختلف حضرات کی چیچہ وطنی تشریف آوری

جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی سرپرست حضرت مولانا محمد عبداللہ (بھکر) ۱۴رمئی کو چیچہ وطنی تشریف لائے اور مدرسہ عربیہ رحیمیہ چک نمبر ۴۲۔۱۲رایل میں قیام کیا۔ مرکز سراجیہ لاہور کے مدیر اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ العالی کے فرزند صاحبزادہ رشید احمد ۱۶رمئی کو چیچہ وطنی تشریف لائے اور دفتر احرار میں قیام کیا۔ اہل سنت والجماعت کے رہنما مولانا اورنگ زیب فاروقی، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، جناب احمد بخش ایڈووکیٹ اور شیخ محمد اکمل بمعہ دیگر احباب ۲۳رمئی کو دفتر احرار چیچہ وطنی تشریف لائے۔ مرکزی ناظم اعلیٰ اور احباب نے ان حضرات سے ملاقات اور مختلف دینی و اجتماعی امور پر تبادلۂ خیال کیا اور ان کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

● شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (گکھڑ ضلع گوجرانوالہ) انتقال: ۵رمئی ۲۰۰۹ء

● مجاہد ختم نبوت شیخ راحیل احمد مرحوم (سابق قادیانی رہنما جرمنی) انتقال: ۱۵رمئی ۲۰۰۹ء

● نواب زادہ نصر اللہ خان مرحوم کی دختر مرحومہ

● ملک محمد دین اعوان مرحوم (چاہ رانجھے والا نزد بستی مولویاں ضلع رحیم یار خان) انتقال: ۳۰رمئی ۲۰۰۹ء۔ مرحوم، مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے اور کراچی سنٹرل جیل میں قید رہے۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی بے تکلف دوست تھے۔

● ہمشیر مرحومہ، عبدالجبار صاحب (ملتان) ● ہمشیر مرحومہ، محمد اقبال: مہر پور ضلع مظفر گڑھ، انتقال: ۱۵رمئی ۲۰۰۹ء

● ملتان میں ہمارے قدیمی مہربان حاجی گلزار احمد مرحوم کی اہلیہ مرحومہ

● محمد اعجاز شاہ مرحوم: ہمارے بہت ہی مہربان اور مخلص ساتھی تھے۔ سٹینڈرڈ بیکری ملتان پر گزشتہ تیس سال سے ملازم تھے۔ بھائی نیاز احمد و برادران کے معتمد رفیق کار تھے۔ ● مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن مستری دین محمد مرحوم کے فرزند جناب محمد اسماعیل مرحوم (دین الیکٹرک سٹور ملتان والے) ● حاجی محمد طارق مرحوم: خان پور میں ہمارے رفیق جناب محمد خالد کے بہنوئی، انتقال: ۱۱رمئی ۲۰۰۹ء ● محمد اشرف مرحوم: چکوال میں ہمارے کرم فرما محمد یٰسین کے ماموں، انتقال: ۲۲رمئی ۲۰۰۹ء ● رانا محمد تنویر مرحوم: بورے والا میں احرار کے مخلص کارکن جناب رانا محمد خالد کے بہنوئی

● جناب مہر مشتاق احمد کی چچی مرحومہ: بستی گودڑیاں، حاصل پور، انتقال: ۲۲رمئی ۲۰۰۹ء

● محمد مطلوب مرحوم: تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر کے رہنما محمد مقصود کشمیری کے بہنوئی، انتقال: ۳۰راپریل ۲۰۰۹ء

● جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے نائب امیر اور بزرگ دینی رہنما مولانا امیر حسین شاہ گیلانی (اوکاڑہ) انتقال: ۱۲راپریل ۲۰۰۹ء

● جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے قدیم معتمد و محاسب اور ہڈرسفیلڈ (برطانیہ) کے ممتاز عالم دین مولانا محمد اکرم کے والد گرامی حضرت مولانا فضل احمد، انتقال: ۲۳رمئی ۲۰۰۹ء

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاء مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ حق تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

دعائے صحت

● سید محمد یونس الحسنی البخاری: حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے ماموں زاد، معروف شاعر و ادیب اور کالم نگار "نقیبِ ختم نبوت" کے مستقل رفیق فکر اور معاون گزشتہ چھ ماہ سے شدید علیل ہیں۔ ان دنوں لاہور کے ایک ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

● حافظ محمد اکرم احرار صاحب کی اہلیہ محترمہ ● ہمارے معاون محمد سہیل صاحب (چوک شہیداں ملتان)

احباب و قارئین سے دعائے صحت کی خصوصی درخواست ہے۔ (ادارہ)

☆ متحدہ پنجاب کی علمی، دینی، روحانی اور سیاسی تاریخ ☆ بگوی علماء و مشائخ کی خدماتِ جلیلہ

تذکارِ بُگویہ

ازقلم: صاحبزادہ ڈاکٹر انوار احمد بگوی

جلد اوّل: 1650ء تا 1945ء صفحات: 910

جلد دوم: 1945ء تا 1975ء صفحات: 924

ہدیہ مکمل سیٹ: -/1600 روپے　　رعایت: 30 جون تک -/1100 روپے

ملنے کا پتا: مکتبہ حزب الانصار، شارع بگویہ بھیرہ ضلع سرگودھا (پاکستان)

0302-3305224,0301-6701340

علماءِ حق کا ترجمان

المیزان

ناشران و تاجرانِ کتب

دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

تمام ماتحت مجالس احرار اسلام پاکستان متوجہ ہوں

مالاکنڈ اور سوات میں بدترین گولہ باری اور آپریشن کے نتیجے میں بے گھر ہونے والے خاندانوں اور افراد کی مدد اور ہمدردی آپ اور ہم سب کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ دفتر مرکزیہ لاہور میں فوری طور پر **ریلیف کیمپ** قائم کر دیا گیا ہے۔ جس کے منتظم ونگران جناب میاں محمد اویس ہیں۔ وہ ایک ٹیم کے ساتھ گزشتہ دنوں متاثرہ علاقوں کا دورہ بھی کر کے آئے ہیں۔ تمام ماتحت شاخوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اگر ممکن ہو تو اپنے اپنے علاقوں میں ریلیف کیمپ قائم کر کے مشکل کی اس گھڑی میں متاثرین کی ہر ممکن مدد کریں۔ بصورتِ دیگر لاہور دفتر میں اپنا تعاون پہنچائیں اور رسید لازماً حاصل کریں۔ نیز جن شاخوں یا افراد کے لیے ملتان قریب ہو وہ ملتان دفتر مرکزیہ میں سید محمد کفیل بخاری سے رابطہ قائم کریں۔

منجانب

- سید عطاء المہیمن بخاری (امیر) • عبداللطیف خالد چیمہ (ناظم اعلیٰ)
- قاری محمد یوسف احرار (ناظم نشریات) مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ

- سید محمد کفیل بخاری (ملتان) 0300-6326621
- میاں محمد اویس (لاہور) 0300-4240910

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ بستانِ عائشہ

کی تعمیر شروع ہے

بانی
سیّد عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ علیہ
قائم شدہ
1989

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تین درس گاہیں، وضوخانہ اور طہارت خانے تعمیر ہو چکے ہیں۔ چھے درس گاہوں کی تعمیر باقی ہے۔

مخیّر حضرات

نقد رقوم، اینٹیں، سیمنٹ سریا بجری اور دیگر سامانِ تعمیر دے کر جامعہ کے ساتھ تعاون فرمائیں

★ 1989ء میں دارِ بنی ہاشم کے رہائشی مکان میں ایک معلّمہ سے بچیوں کی دینی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔

★ مدرسہ میں شعبہ حفظ و ناظرہ، ترجمۂ قرآن و تفسیر اور فقہ کی تعلیم جاری ہے

فی کمرہ لاگت
3,00,000
(تین لاکھ روپے)

تخمینہ
30,00,000
(تیس لاکھ روپے)

نوٹ

اپنے عطیات، زکوٰۃ وصدقات جلد از جلد عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ جامعہ کا تعلیمی سلسلہ بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔ (جزاکم اللہ خیر)

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

الداعی الی الخیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مہتمم جامعہ بستانِ عائشہ ملتان

Designed by 0300-7345096